مقالہ خصوصی حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی *

(آخری قسط)

دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا، جامع اور دوررس امریکی منصوبہ

واقعات، حقائق، اعداد و شمار

گڑھے ہوئے عربی نام اور عربوں اور مسلمانوں کے سر الزام دینے کی کارروائی

جیسا کہ عرض کیا گیا امریکی انتظامیہ نے بالقصد ہر سمت سے منہ موڑ ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ لڑنے کیلئے بے مثال ابلاغی اور ''تحقیقی'' مہم کا آغاز کیا۔ ''دہشت گردی'' کو اس نے اپنے تمام رویوں سے ''اسلامی دہشت گردی'' میں محدود کیا، گویا دہشت گردی صرف اسلامی ہوا کرتی ہے۔ امریکہ نے دشمنی، اور نفرت کی ایسی زبردست لہر پیدا کی جس نے امریکہ سے باہر تمام مغربی ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور بالآخر اس کا سلسلہ سارے عالم میں دراز کرنے کی کوشش کی گئی اور اسلام اور مسلمانوں سے ''دہشت گردی'' کے نام سے قصاص لینے کا نعرہ لگایا گیا۔

امریکی حکام نے کچھ عربی نام گڑھے اور انھیں زبردستی مذکورہ ہوائی جہازوں پر ''سوار'' کر دیا گیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ انھی لوگوں نے امریکی عمارتوں سے طیاروں کو ٹکرادیا تھا، جس کی پلاننگ اسامہ بن لادن نے کی تھی، جو افغانستان کو اڈہ بنا کر اور طالبان کی مدد سے، اس طرح کے کھیل کھیلا کرتا ہے۔

ان عربی ناموں کے گڑھنے کا عمل اتنے تضادات پر مشتمل ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی سچائی کا بھرم کافور ہو جاتا ہے اور ماہرین و تجزیہ کاروں کے نزدیک یہ ایک مضحکہ خیز ڈراما معلوم ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا نام لیا گیا ان میں سے اکثر کے پاسپورٹ جعلی ثابت ہو چکے ہیں۔ ۱۹ اشخاص میں سے جن کا نام لیا گیا اور جنھیں برائے تحقیق گرفتار کیا گیا، ۷ افراد کی بے گناہی ثابت ہو چکی ہے، جب کہ دیگر چند افراد ہنوز اپنے ملکوں میں بقید حیات ہیں، طیاروں کے اپنے اہداف سے ٹکرانے کے وقت مر جانے والوں کے ساتھ وہ مرے نہیں ہیں۔

پھر یہ کہ امریکہ کی ''سی بی اس'' اور ''اِن بی سی'' اداروں نے کارروائی کے ۴۸ گھنٹوں بعد چاروں طیاروں کے مسافروں اور عملے کے افراد کے ناموں کا جو چارٹ شائع کیا تھا، اس میں کوئی عربی نام شامل نہیں تھا؛ بلکہ عربی ناموں

---

* رئیس تحریر ماہنامہ ''الداعی'' و استاذ ادب عربی، دار العلوم دیوبند

سے ملتا جلتا بھی کوئی نام نہیں تھا۔ یہ سارے نام غیر عربی تھے، امریکی تھے یا جنوبی امریکی تھے۔ انڈیپنڈینٹ اخبار نے جمعہ ۱۴/۹/۲۰۰۱ء کو ناموں کا جو چارٹ شائع کیا تھا اس کے مطابق ان طیاروں کے بعض غیر مسلم مسافر ہوا باز تھے اور دیگر افراد طیاروں کی انجینئرنگ کے ماہرین تھے، یہ لوگ امریکہ کی ''بوئنگ'' کمپنی میں کام کرتے تھے۔ نیز برطانیہ کے ''گارڈین'' اخبار نے جمعرات ۱۴/۹/۲۰۰۱ء کو ''امریکن ایرلائنز'' اور ''یونائیٹڈ ایرلائنز'' کے چارٹوں کے مطابق چاروں طیاروں کے مسافروں اور اسٹاف کے لوگوں کے نام شائع کیے، جن میں ایک بھی عربی اسلامی نام نہیں تھا۔ (۷)

سوال یہ ہے کہ ''ایف بی آئی'' کہاں سے عربی نام لے آئی اور یہ دعویٰ کیا کہ عرب ہی ان دھماکوں کے ذمے دار ہیں؟

گڑھے ہوئے ناموں کے حامل افراد کو پہلے تو اوباش، فحش پیشہ اور بدکردار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ لوگ اخلاقی اعتبار سے اتنے گرے ہوئے تھے کہ انسانیت کے لیے تباہ کن کسی طرح کی خطرناک سے خطرناک کارروائی کرسکتے تھے اور دہشت گردی کا ناقابل تصور کام انجام دے سکتے تھے، چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا بھی! ''یو، ایس، ٹوڈے'' اخبار نے ''لوس انجلس'' میں جہازوں کے اغوا کاروں کے سلسلے میں ایک رپورٹ تقسیم کی، جس کا عربی ترجمہ ''الشرق الاوسط'' اخبار نے ۱۵/۹/۲۰۰۱ء کو شائع کیا تھا۔ تقریر نگار خاتون ''لوراپارکو'' کے مطابق طیاروں کے دو اغوا کاروں نے حملے سے پہلے کی رات شہر کے ایک ہوٹل میں خرمستی کے ساتھ گزاری، ہوٹل کی خاتون ویٹر کے مطابق دونوں نے بے تحاشا شراب نوشی کی، دونوں انتہائی شرابی اور نشہ کے عادی تھے۔ (۸) ۱۴/ستمبر کو امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' و ''نیویارک پوسٹ'' نیز ''فاکس نیوز'' ٹی وی چینل نے ''ایف بی آئی'' کے حوالے سے جو رپورٹ شائع کی وہ اس قدر عجیب وغریب اور تضادات پر مشتمل تھی کہ اس کو کوئی معقول آدمی بھی تسلیم نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ کسی مذہب کا ماننے والا۔ مذکورہ امریکی اخباروں کے مطابق نیویارک کے عالمی تجارتی مرکز اور واشنگٹن میں محکمۂ دفاع کی وزارت ''پنٹاگن'' پر طیاروں سے حملہ کرنے والے ''فلوریڈا'' میں، واقعے سے ایک رات قبل ''ڈیٹونا بیچ'' کے علاقے میں ایک نیم عریاں کلب میں آئے اور ہر ایک نے شراب پینے اور ڈانس کرنے والی لڑکیوں کو اپنی ران میں بٹھانے اور ان کے رقص پر ۲۰۰ تا ۳۰۰ ڈالر فی فرد خرچ کرنے کا کام کیا اور یہ بل انھوں نے اپنے کریڈٹ کارڈز پر چارج کراکے ادا کیا۔ ایف بی آئی نے ان ادائیگیوں کا ریکارڈ اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ یہ تینوں افراد امریکہ کو بہت بری جگہ قرار دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ دیکھنا کل امریکہ میں کتنا قتل وخون نظر آئے گا۔ یہ تینوں مسلمان بار میں موجود ایک شخص کے سامنے ایسے دعوے کرنے کے بعد ڈانس اور شراب پر رقم خرچ کرکے چلے گئے؛ مگر پیچھے بار میں ایک بزنس کارڈ اور قرآن کا ایک نسخہ چھوڑ گئے۔ گوکہ ایف بی آئی نے کلب کے منیجر کو بار میں آنے والے ان تینوں افراد کے نام بتانے سے منع کررکھا ہے؛ مگر اس نے ان افراد کے کریڈٹ کارڈس اور ڈرائیونگ لائسنس کی فوٹو کاپی سے ان کی رہائش گاہ کا جو علاقہ بتایا ہے، اس کے مطابق یہ تینوں افراد وہ ہیں جنھوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے دو طیارے ٹکراکر ''دہشت گردی'' کا ریکارڈ قائم کیا۔

ٹی وی کی ایک رپورٹ میں ''فلوریڈا'' کا ایک سستا ہوٹل بھی دکھایا گیا، جہاں ان ہی افراد نے قیام کیا۔

اپنے کمرے میں لٹکی ہوئی ننگی ٹانگوں اور ننگے شانوں والی عورت کی تصویر کو کپڑے سے ڈھانپ دیا؛ لیکن اسی ہوٹل کے منیجر کے بیان کے مطابق یہ تینوں افراد باہر قریبی ساحل پر موجود بکنی پہنے عورتوں کو بڑے شوق سے دیکھتے تھے۔ نیم عریاں ڈانس اور شراب کے بار میں عیاشی کے لیے آنے والا کوئی مسلمان کتنا ہی بے عمل ہو کیا قرآن ساتھ لے کر جائے گا؟ ایک ''مذہبی جنونی'' دوسرے دن موت کے مشن پر جارہا ہے؛ مگر ایک رات قبل وہ اپنے مذہب میں ممنوع شراب اور ڈانس سے لطف اندوز ہونے کے لیے قرآن ساتھ لے کر جاتا ہے، حیرت ہے!

دوسرے یہ کہ ہوٹل کے کمرے میں تو یہ ''جنونی مسلمان'' ننگی عورت کی تصویر کو ڈھانپ دیتا ہے، ہوٹل کا کرایہ کریڈٹ کارڈ سے ادا کرنے کے بہ جائے صرف کیش ادا کرنے پر زور دیتا ہے؛ لیکن پھر اسلامی تعلیمات کے خلاف قریبی ساحل پر جا کر غسل کا مختصر لباس پہنے متحرک و زندہ عورتوں کو شوق و ذوق سے دیکھتا ہے۔ (۹)

''آخری رات کی وصیت'' کا ڈراما

امریکی حکام نے جب یہ محسوس کیا کہ جعل سازی کا یہ عمل انھیں کام نہیں دے گا؛ بلکہ سارا عالم ان کے اس رویے کو مضحکہ بنالے گا اور ان کے ''تحقیقی'' فریب کا پردہ چاک کردے گا؛ تو انھوں نے جلد ہی اپنا رویہ بدل لیا اور اب ان ''دہشت گردوں'' اور اغوا کاروں کو عبادت گزار اور اپنے طرز کا صالح مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں واقعے سے پہلے والی رات کی وصیت کا ڈراما بھی تیار کیا گیا۔ اس وصیت نامے کو اس محمد عطا مصری کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جس کو امریکی حکام حملہ کرنے والے گروہ کا سرغنہ قرار دیتے ہیں۔ امریکی حکام نے جمعہ ۲۸/۹/۲۰۰۱ء (۱۱رجب ۱۴۲۲ھ) کو ہاتھ کا لکھا ہوا ایک وصیت نامہ یہ کہہ کر جاری کیا کہ اس کا ایک نسخہ ''بوسٹن'' کے ہوائی اڈے پر محمد عطا کے اس سامان میں ملا جو طیارہ بدلنے کے وقت اس جہاز پر رکھنے سے رہ گیا تھا، جس کو وہ حملے کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ حکام کے بہ موجب وصیت نامے کا دوسرا نسخہ واشنگٹن کے قریب ''ڈلس'' کے ہوائی اڈے پر کھڑی ہوئی کار میں پایا گیا، جب کہ اس کا تیسرا نسخہ ''پنسلوانیا'' میں گر کر تباہ ہوجانے والے طیارے کے ملبے سے برآمد ہوا۔

لیکن یہ وصیت نامہ بھی، متعدد متضاد باتوں اور مضحکہ خیز نکات پر مشتمل ہے، جن سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے امریکی منصوبے اور اسلامی دنیا اور عالم عرب میں، عالمی صہیونی صلیبی سرمایہ دارانہ عالم گیریت والے دہشت گردانہ استعماری خاکے کو، بروئے کار لانے کے امریکی اور مغربی ارادے کا، بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔

غیر مسلم اور مسلمان تجزیہ کاروں کی رائے میں اس فرضی وصیت نامے کو اگر سچا تسلیم کرلیا جائے تو یہ محمد عطا کے حق میں ''براءت نامہ'' تو ثابت ہوسکتا ہے الزامات کی دستاویز نہیں بن سکتا۔ اس وصیت نامے کے پڑھنے کے وقت سب سے پہلا تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو وضع کرنے والا یا تو مستشرق ہے یا مسیحی مذہبی عالم۔ چار صفحات کے اس وصیت نامے پر کوئی دستخط نہیں ہے۔ ماہرین کے کہنے کے مطابق اس کی سطر سطر سے مسیحی تصور ٹپکتا ہے ''امتحان'' ''ابتلا'' جیسے الفاظ سے جو گویا انسان کی زندگی میں آخرت کی ''نجات'' اور ابدی ''سعادت'' کے لیے ناگزیر ''اسٹیشن''

ہے، یہ تصور بہت عیاں ہے۔اسی طرح وصیت نامے میں ''قربان'' کا لفظ آیا ہے جو خالص مسیحی تصور والا لفظ ہے۔اسی طرح ''سلب'' اور ''ذبح'' کے الفاظ کے ذریعے وصیت کنندہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب تم اپنے شکار کو ذبح کر چکو، تو مقتول کا ''سلب'' کرو۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر اغوا کاروں کا مقصد خودکشی اور دھماکہ تھا، تو انھوں نے ''سلب'' یعنی لوٹ مار اور مال ہائے غنیمت کے حصول پر کیوں کر زور دیا؟(۱۰)

یہ ''وصیت نامہ'' اس لیے بھی مشکوک ہے کہ ۴/۱۰/۲۰۰۱ء کو ABC News چینل نے اس کا جو ترجمہ شائع کیا تھا، اس میں بہت سے جملے حذف تھے؛ جب کہ بہت سے جملے نئے بڑھا دیے گئے تھے، جن کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کے بغیر مقصد صحیح طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔(۱۱)

مصر کے سب سے بڑے عربی اخبار ''الاہرام'' نے سہ شنبہ (منگل) ۲/۱۰/۲۰۰۱ء کو ''انڈیپینڈنٹ'' برطانوی اخبار میں شائع شدہ برطانوی رائٹر ''روبرٹ ویسک'' کے مضمون کا عربی ترجمہ شائع کیا تھا، جس میں مضمون نگار نے پر زور الفاظ میں کہا ہے کہ ''وصیت نامہ'' شبہات کے جوابات سے زیادہ، بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے؛ کیونکہ یہ وصیت نامہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ... باسم اللہ و باسمي و باسم عائلتي (اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے... اللہ کے نام سے اور میرے نام سے اور میری فیملی کے نام سے) شروع ہوتا ہے۔کوئی مسلمان خواہ کتنا بے علم ہو، اس طرح کے موقع سے اپنی اور اپنی فیملی کا نام گھسیڑ نہیں سکتا۔رائٹر کہتا ہے اس وصیت نامے میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے اسامہ بن لادن کے مطالبوں کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ان کے مطالبوں کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیج سے امریکی فوجوں کو چلا جانا چاہیے، اسرائیلی قبضہ فلسطین میں بالکل ختم ہونا چاہیے، اور امریکن نواز عربی حکومتوں کا چراغ گل کر دیا جانا چاہیے۔رائٹر مزید لکھتا ہے کہ کسی سچے مسلمان کو پانچوں نمازوں میں سے اپنے دن کی پہلی نماز کی یاددہانی کی ضرورت نہیں، جنکا تذکرہ وصیت نامے میں کیا گیا ہے...نیز یہ کہ اغوا کاروں کے رویے کے بیان کیلئے جو طریقہ اختیار کیا گیا، وہ اپنے طور پر ساری بات کو مشکوک بنا دیتا ہے۔کہا گیا کہ محمد عطا انتہا درجے کا شرابی تھا اور دوسرا ملزم ''زیاد جراحی'' حد درجہ عیاش تھا ''ہامبورج'' میں اسکی ایک ترکی نژاد گرل فرینڈ تھی، اسکے ساتھ وہ شبینہ کلبوں میں داد عیش دیتا اور شراب نوشی کرتا تھا! غالباً اسلیئے وصیت نامے میں ''گناہوں سے استغفار'' کی تاکید کی گئی ہے!

حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک بھی اطمینان بخش دلیل کے ذریعے ۱۱ر ستمبر کے واقعات میں اسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کو ثابت نہیں کیا جا سکا ہے۔گذشتہ صفحات میں ''شواہد'' اور ''دستاویزات'' کی بے مائیگی کا آپ اندازہ کر چکے ہیں اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ شواہد، واقعات کے اصل مجرم کا پتہ بتانے کے معیار تک پہنچنے سے کس قدر عاجز ہیں؟ چہ جائیکہ متعینہ افراد، ادارہ یا اداروں کے خلاف سزا کا فیصلہ صادر کرانے کے لیے کافی ہوں؛ اسی لیے جرمنی کے اٹارنی جنرل کے سرکاری ترجمان ''ہارٹموٹ چنیدر'' نے صاف لفظوں میں کہ دیا ہے کہ ''ہامبورج'' شہر کے مشتبہین اور اسامہ بن لادن، جن کو امریکا واشنگٹن اور نیویارک کے دھماکوں کے لیے بلا دلیل ملزم قرار دے رہا ہے، کے درمیان

رابطے کی واقعی نشان دہی کرنے والی، کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

اگر امریکا کے پاس واقعی کوئی دلیل ہوتی تو وہ مارے خوشی کے اچھلتا اور ناچتے ہوئے اسے ساری دنیا کے سامنے لاتا

چونکہ امریکا کے پاس ۱۱؍ستمبر کے واقعات میں مسلمانوں خصوصاً اسامہ بن لادن اور طالبان کا ہاتھ ہونے کا نہ تو کوئی قطعی ثبوت تھا اور نہ ہوسکتا ہے؛ اسی لیے متعدد ملکوں اور اداروں کی طرف سے، امریکہ کو چیلنج کیے جانے کے باوجود، امریکہ کسی کے سامنے کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں اس نے یہ تو کیا کہ کچھ فرضی شواہد تیار کیے جنھیں اپنے طاقت ور حلیف برطانیہ کی شراکت سے مختلف دوست ملکوں، خصوصاً اس ''اسلامی'' پاکستان کو--- جسے ہندوستان سے اِس لیے علاحدہ کروایا گیا تھا کہ وہ صحیح اور مؤثر اسلامی تجربہ گاہ ثابت ہوگا--- دکھلایا اور ان دوست ملکوں نے بلاتاخیر ان ''شواہد'' کو صرف اس لیے قبول کرلیا کہ انھیں امریکہ کی طرف سے ترغیب یا تہدید یا دونوں کا سامنا تھا؛ اس لیے کہ ''جہاں پناہ''، ''شہنشاہ''، ''عالمی آمر''، ''دنیا کے سب سے بڑے پولس مین''، ''حضور''، ''جورج ڈبلیو بش'' نے ان سارے ملکوں کو، جنھیں وہ امریکا کا ذلیل غلام یا اس کی مقبوضہ کالونیاں سمجھتے ہیں، دوٹوک لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ ''تم یا تو ہمارے ساتھ ہو یا نہیں تو دہشت گردی کے ساتھ۔ بیچ بیچ کی کوئی منزل نہیں، درمیان کا کوئی اسٹیشن نہیں اور دونوں موقفوں کے درمیان کوئی قابل ترجیح راہ نہیں!

اگر امریکہ کے پاس کوئی بھی ثبوت ہوتا، تو وہ مارے خوشی کے اچھلتے کودتے ساری دنیا والوں کے سامنے پیش کرتا، اس کے طاقت ور ذرائع ابلاغ کا شب و روز کا یہی ایک مشغلہ ہوتا اور امریکی اور مغربی میڈیا اس کو اتنی بار دہراتا کہ ساکنانِ گیتی اکتا جاتے؛ لیکن ٹھوس ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے دنیا والوں کو اس نے یہ کہہ کر بیوقوف بنانے کی کوشش کی کہ شواہد چوں کہ حساس نوعیت کے ہیں؛ اس لیے انھیں منظر عام پر نہیں لایا جاسکتا۔

امریکہ نے پہلے سے دھماکے کے مجرمین کی ''شناخت'' متعین کر رکھی تھی ''شکار'' پہلے سے طے شدہ تھا، جن ''نشانوں'' پر ضرب لگائی تھی وہ ۱۱؍ستمبر کے واقعے سے پہلے سے معلوم تھے، وہ مقاصد بھی ابتدا سے پیشِ نظر تھے، جنھیں روبہ عمل لانے کے لیے امریکہ کو بے تابی تھی اور اس کے لیے ان سازشوں کا تانا بانا بھی اچھی طرح تیار تھا، جن کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دن گنے جارہے تھے۔

برطانیہ نے (جو ''اسلامی دہشت گردی'' کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے بعد کے مرحلے میں امریکا سے زیادہ پرجوش نظر آرہا ہے اور لگتا ہے کہ وہ امریکا سے اس سلسلے میں منزلوں آگے نکل جانا چاہتا ہے) امریکہ سے اس کے ''پیدا کردہ'' شواہد اچک لیے اور ۲۱ صفحات کے ان شواہد کو برطانوی دارالعوام میں پیش کیا؛ لیکن مبصرین نے جب اس کا مطالعہ کیا، تو انھوں نے پوری طاقت سے ان کی صداقت کو رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ شواہد ''غیر واضح'' ہیں ''قابل یقین'' نہیں ہیں۔ ''لندن اسکول اوف اکنومیکس'' (London School of Economics) انسٹی ٹیوٹ کے عالمی تعلقات کے پروفیسر ''ولیم ویلس'' نے کہا کہ ''الزام کی یہ فائل اپنی صلاحیت سے زیادہ یقین دلانے کے لیے کوشاں

ہے۔... یہ فائل قانونی کم اور سیاسی زیادہ ہے، اس کا اصل مقصد تردد اور ابہام میں مبتلا بعض حلیفوں، جیسے پاکستان اور سعودی عرب کو امریکہ کی انتقامی کارروائی کے محرکات سے مطمئن کرنا ہے۔''(۱۲)

برطانیہ کے مشہور اخبار ''گارجین'' نے مذکورہ شواہد کے شائع ہونے کے بعد اگلے دن اپنے اداریے میں جو تبصرہ کیا، وہ اس طرح تھا: ''اگر بعید از قیاس واقعہ پیش آجائے کہ اسامہ بن لادن کو ۱۱ر ستمبر کی دہشت گردسفاکی کے سلسلے میں باقاعدہ مقدمے کا سامنا کرنا پڑے، تو اس کے خلاف جو دلائل برطانوی حکومت نے کل پیش کیے ہیں، وہ قانونی نقطۂ نظر سے تقریباً بے وزن ہیں... بش انتظامیہ نے جب یہ بات کہی تھی کہ وہ بن لادن کے خلاف شہادت پیش کرے گی، اس وقت سے تین ہفتوں سے زائد گزرنے کے بعد بھی حقیقت یہ ہے کہ مسٹر بلیر کے سارے مقدمے کا حاصل صرف دو لفظ ہیں، یعنی ''مجھ پر بھروسہ کرو''(۱۳)

برطانیہ کے دوسرے اخبار ''انڈیپنڈنٹ'' نے اتوار ۱۷/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو صفحہ ۷ پر ''کرس بلیک ہرسٹ'' کا ایک مفصل مضمون شائع کیا ہے، جس میں اس نے ستر نکات پر مشتمل اس ''دستاویز'' کا مفصل تجزیہ کیا ہے۔ کرس بلیک ہرسٹ کا کہنا ہے کہ وزیر اعظم ''ٹونی بلیر'' اور ان کے اہل کار اِس بات پر مگن ہیں کہ انھوں نے جو دستاویز پیش کی ہے، اسے انکے وزرا اور ہمنواؤں نے ''ثبوت'' تسلیم کرلیا ہے؛ لیکن کسی نے اس دستاویز کا بے لاگ جائزہ لینے کی زحمت گوارا نہیں کی، نہ انکے حامیوں نے، نہ اپوزیشن نے اور نہ میڈیا نے اور حکومتی اہل کار اس بات پر خوش ہیں کہ اس دستاویز نے ان رخنوں اور کمزوریوں پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، جو خود ان کی اپنی انٹیلی جنس کے کردار میں پائی جاتی ہیں.

بلیک ہرسٹ نے ماہرین قانون کی مدد سے پوری دستاویز کا جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ ۲۱ صفحات پر مشتمل اس دستاویز کے ۱۸ صفحات اور ۶۱ نکات کا تو ۱۱ر ستمبر کے واقعے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ سب پچھلی باتیں ہیں، جن کا اس دستاویز میں اِعادہ کیا گیا ہے۔ البتہ صرف تین صفحات اور نو نکات ایسے ہیں جو ۱۱ر ستمبر کے واقعات سے متعلق ہیں؛ مگر ان نو نکات میں سے کوئی نکتہ بھی اسامہ کو مجرم ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں۔ ہاں دستاویز میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ اسامہ بن دلان کے خلاف کچھ اور براہ راست شہادتیں بھی موجود ہیں؛ مگر وہ اتنی حساس نوعیت کی ہیں جنھیں منظرِ عام پر نہیں لایا جاسکتا۔ بلیک ہرسٹ کے مطابق دستاویز کی کمزوریوں کو اس جملے کے ذریعے چھپا دیا گیا ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ کسی مجرم کو سزا دینا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کے خلاف مکمل شہادت فراہم کی جائے اور قانونی ماہرین کا کہنا یہ ہے کہ ''جو شواہد منظر عام پر لائے گئے ہیں ان کی بنیاد پر اسامہ کے خلاف استغاثہ دائر کرنے ہی کا کوئی چانس نہیں ہے، مجرم قرار دیا جانا تو دوسری بات ہے۔''(۱۴)

اسامہ بن لادن کے بار بار انکار کے باوجود کہ امریکہ کے ۱۱ر ستمبر کے واقعات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور طالبان کی اس وضاحت کے باوجود کہ انھوں نے اسلامی نقطۂ نظر پر عمل کرتے ہوئے، اسامہ بن لادن کو بے گناہ شہریوں کے قتل کی نہ تو اجازت دی ہے، نہ آئندہ ہرگز اس کی اجازت دیں گے اور یہ کہ اگر امریکہ نے ٹھوس ثبوت فراہم

کیا تو اسامہ پر اسلامی آئین کے مطابق مقدمہ چلا کر ملزم ٹھہرنے کی صورت میں وہ خود ان کو وہ سزا دے سکتے ہیں، جس کا جرم متقاضی ہوگا؛ بلکہ طالبان نے یہ پیش کش بھی کی کہ وہ اسامہ کو کسی غیر جانب دار ملک کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں، جہاں ان پر غیر جانب دارانہ طریقے سے مقدمہ چلایا جا سکے۔

نیز اسکے باوجود کہ جس طریقے سے امریکہ پر طیاروں کا حملہ ہوا اور یہ کارروائی عمل میں آئی، لاتعداد مبصروں اور تجزیہ کاروں کی رائے کے مطابق، بن لادن یا ان کی جماعت کی مساعی کے معیار سے بہت اوپر کی بات ہے۔

امریکہ نے بن لادن پر الزم کو زبردستی چسپاں کیا اور افغانستان میں ان کے قیام کی وجہ سے، افغانستان پر جنگ تھوپ دی؛ کیوں کہ اس کو اپنی عسکری طاقت، ٹکنالوجی کے میدان کی ترقی، اقتصادی خوش حالی، جدید ترین اسلحوں پر حد درجہ گھمنڈ ہے۔ نیز ۱۱ر ستمبر کے واقعات سے، جو انسانی تاریخ کے حافظے سے کبھی محو نہ ہوں گے، پیدا ہونے والے ننگ و عار کو بھی دھونا تھا۔

۱۱ر ستمبر کے واقعے کے بعد عقلائے عالم کو امریکہ سے یہ توقعات تھیں:

امریکہ کے قلب میں جو واقعہ، اُس کی اِس درجہ ترقی کے باوجود، پیش آیا کہ وہ کھڑائی اور نیچائی میں سیکڑوں میل کی دوری سے ٹائی کے نقوش کو بھی اچھی طرح پڑھ سکتا ہے، توقع تھی کہ اس کی وجہ سے امریکہ عقل و خرد سے کام لے گا، اپنی رفتار و گفتار کی تصحیح کرے گا، اندرونی و بیرونی پالیسیوں کا جائزہ لے گا، ساری دنیا خصوصاً عربی اور اسلامی دنیا اور بالاخص مشرق وسطی (جیسا کہ مغرب والے خاص مقصد کے تحت یہ نام لیتے ہیں) یا قضیہ فلسطین (جیسا کہ ہم مسلمان کہتے ہیں اور کہنا چاہتے ہیں) کے حوالے سے اپنے آمرانہ و تحکمانہ رویوں کو تبدیل کرے گا۔ (۱۵) توقع تھی کہ امریکہ اب کے بعد صرف اپنی طاقت پر بھروسہ کرنا محض ترقی یافتہ ٹکنالوجی کا سہارا لینا چھوڑ دے گا اور آیندہ وہ دادا گیری، نسل پرستی، تعصب اور ظالموں، آمروں اور دہشت گردوں خصوصاً صہیونیوں کی بے طرح طرف داری سے گریزاں رہے گا۔ توقع تھی کہ اب وہ ایمان لے آئے گا کہ کائنات میں کوئی خفیہ، بلا آواز کی، ایسی طاقت ہے جو ابلاغی شور و شغب کے بغیر خاموشی سے جو چاہتی ہے کر گزرتی ہے، یعنی خدائی طاقت، جو بر وقت اور کسی سبب کا سہارا لیے بغیر سارے پیانوں کو تبدیل کر دیتی ہے، طاقت کے سارے ذرائع کو شل کر دیتی ہے، ٹکنالوجی کی ساری فتوحات اور سائنس کے تمام اکتسابات کو بے عمل بنا دیتی ہے اور دنیا کی سب سے زیادہ مرعوب کن، خوف ناک، ہر طرح لائق اطاعت طاقت کو ذلیل کر سکتی ہے۔ اس کے حفاظتی قلعے، احتیاطی تدابیر اور اس کے اس احاطہ بندی کو بے معنی کر سکتی ہے جہاں کوئی "پردیسی کوا" بھی پر پرواز نہیں مار سکتا اور جہاں خبر رسانی کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور بالآخر اس کی ناک کو خاک آلود اور اس کے سرِ غرور کو کچل دے سکتی ہے۔

توقع تھی کہ امریکا اس بدنصیبی کے اسباب کا جائزہ لے گا، جو اچانک اس کے صحن خانہ میں آدھمکی ہے؛ تاکہ اس کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کی اس وسیع دنیا میں صرف اسی کو اس انوکھے حملے کا نشانہ کیوں بننا پڑا؟ تاکہ وہ داخلہ اور خارجہ

پالیسی کے زبردست نقص کو دور کرنے کی سوچے اور یقین کرے کہ اس نے بین الاقوامی میدان میں، قوموں اور ملکوں کے تئیں اپنی ذمے داری اس طرح نہیں نباہی، جو پوری دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہونے کی وجہ سے اس پر عائد ہوتی ہے کہ وہ عدل وانصاف و توازن وصبر پر کاربند ہو، انسانی اخوت کا علم بردار ہو اور خالقِ کائنات کا شکر گزار ہو کہ اس نے دنیا میں اس کو طاقت کا امتیاز بخشا اور بحر و بر و فضا میں اپنے ودیعت کردہ قدرتی اسباب سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ارزانی کی، جس کے نتیجے میں اس نے وہ غیر معمولی مادی ترقی کی جس سے پوری دنیا پر اس کی دھاک ہے۔

توقع تھی کہ اس کی موجودہ مصیبت، خود اس کو آیندہ قوموں اور ملکوں کے لیے، مصیبت بننے سے روک دے گی۔ دوہرا معیار نبھانے سے باز رکھے گی، کبر و غرور اور فسق و فجور کے محرکات کی ماننے سے دور رہنے پر آمادہ کرے گی۔ بھائی کو بھائی سے لڑانے، ایک ملک کو دوسرے کے خلاف اکسانے، ملکوں اور وہاں کے باشندوں کو دو دھاری گائے بنانے، ساری دنیا پر استعمار کی نئی قسم تھوپنے، زبردست تباہی کے ہتھیار بنانے، ساری دنیا کو اپنی ناپاک سازشوں کے ذریعے ''گرم علاقے'' میں تبدیل کرنے اور اپنے اسلحے کے لیے نئی نئی منڈیاں پیدا کرنے --- اور بالآخر دولت کی ریل پیل کے بعد ظلم و جبر اور عیش و عشرت کے سارے سابقہ ریکارڈ توڑ ڈالنے کے ارادے سے اپنا ہاتھ اٹھا لے گا۔

توقع تھی کہ امریکہ تھوڑے وقتوں کے لیے سہی، انسانیت کے حق میں اور خود اپنے حق میں مسلسل کیے جانے والے جرائم کا ارادہ ترک کردے گا؛ تاکہ اپنے کو اس ہمہ گیر آگ سے محفوظ رکھ سکے جس کی لپٹیں اب اس کے سینے اور گردن تک پہنچا چاہتی ہیں؛ بلکہ غرور سے بھری اس کی کھوپڑی تک۔ یہ توقع اس لیے کی جارہی تھی کہ مصیبت ہر فرد اور جماعت کو اگر اس کی فطرت مسخ نہ ہوئی ہو، ماضی کی اپنی غلطیوں کا جائزہ لینے پر مجبور کردیتی ہے اور اس طرح وہ مصیبت کے اسباب سے آئندہ بچنے کی کوشش کرتی ہے۔

اسی لیے توقع تھی کہ وہ نامعلوم کسی دشمن کو سزا دینے کی سوچنے سے پہلے، ہزار بار اپنی خامیوں کا جائزہ لے گا۔ اپنے انتظامی، تنفیذی اداروں کو از سرِ نو استوار کرے گا اور ان کم زوریوں کو دور کرے گا، جن کی وجہ سے اتنی بڑی کارروائی ممکن ہوئی کہ اس کے حکام نے، سرکاری اہل کار نے، اس کارروائی کے لیے متعلقہ مجرمین کو بھرپور تعاون دیا؛ کیوں کہ واقعہ تو اچانک رونما ہوا؛ لیکن واقعے کو انجام دینے والے یقیناً اچانک رونما نہیں ہوئے تھے۔

لیکن دنیا کے عقل مندوں، دانش وروں، تجربہ کاروں اور مبصروں کی تمام اپیلوں کے باوجود یہ توقعات پوری نہ ہوسکیں اور امریکہ کو دنیا کی کوئی برادری اپنی پالیسی پر نظرِ ثانی کرنے اور واقعات سے عدل وانصاف، انسانی روایتوں اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں نمٹنے کی گزارشات پر، اس نے مطلقاً کان نہیں دھرا اور نامعقولوں سے بھری پری دنیا میں معقولوں کی کوئی بات بھی نہیں سنی گئی۔

گویا خدائے علیم و حکیم نے، جیسا کہ اس کی زندہ و جاوید کتاب قرآن پاک کے مطالعے سے عیاں ہوتا ہے، شاید یہ چاہا کہ اب امریکہ اس لعنت اور رسوائی و تباہی کا مستحق ہو، جو اس نے ہر اُس آبادی کے لیے مقدر کر رکھی ہے، جو

اپنی گزران میں اترا جاتی ہے اور جو اپنا رویہ بطش و جبروت بنالیتی ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ (القصص/۵۸)

(اور کتنی غارت کردیں ہم نے بستیاں جو اترا چلی تھیں اپنی گزران میں۔ اب یہ ہیں ان کے گھر آباد نہیں ہوئے ان کے پیچھے مگر تھوڑے)

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا (ق/۳۶)

(اور کتنی تباہ کر چکے ہم ان سے پہلے جماعتیں کہ ان کی قوت زبردست تھی ان سے)

امریکہ نے اپنی پرانی روش کے مطابق، اپنے غرور اور جبروت کا سہارا لیا اور سالہا سال سے جنگوں سے چور، غریب، ناتواں، برباد شدہ مسلم ملک افغانستان کے خلاف، صلیبی صہیونی جنگ لڑنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ بہانہ دہشت گردی کے خلاف کارروائی ہے؛ حالاں کہ اس کے مجرمانہ منصوبے کا مقصد صرف وہ نہیں ہے جو وہ دنیا کو باور کرا رہا ہے۔ امریکہ کے حکمراں بار بار یہ کہہ چکے ہیں کہ جنگِ افغانستان صرف ایک تمہیدی عمل ہے اور کھلی ہوئی اعلان شدہ عسکری کارروائیوں کے ساتھ ساتھ ان کے پیشِ نظر پوشیدہ بہت سی کارروائیاں ہیں۔ بوش نے شنبہ ۱۵/۹/۲۰۰۱ء کو امریکہ کی قومی سیکورٹی کونسل میں صراحتاً کہا تھا کہ ''ہم رمزی کارروائی پر اکتفا نہیں کرنے کے، ہماری جوابی کارروائی بھرپور، پیہم، موٴثر اور دراز ہوگی۔'' امریکہ کا مقصد امتِ مسلمہ کے تمام مراکز اور بیداری و مزاحمت کے تمام منصوبوں کو نشانہ بنانا اور اسلامی دنیا میں امریکی صہیونی اقتدار کو مسترد کرنے والی طاقتوں، جان و مال کا شرعی دفاع اور ناجائز قبضوں اور جارحیت کے مقابلے کی ساری کوششوں، کو نیست و نابود کرنا ہے۔ امریکہ والے خواہ کتنی تاویلیں کریں اور یہ کہیں کہ ان کی جنگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہیں؛ بلکہ ان کا نشانہ صرف دہشت گردی ہے؛ لیکن یہ سچائی اپنی جگہ نمایاں، امریکہ کے تمام سابقہ و حالیہ رویوں سے عیاں اور اسلام دشمن طاقتوں کے طرزِ عمل سے مترشح ہے کہ اصلی نشانہ اسلام اور مسلمان ہیں۔ امریکہ اور اس کے حلیفوں کا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے اصلی اسلامی روح کو کھرچنا اور دماغوں کی دھلائی ہے، خصوصاً حکام کے دماغوں کی جو پہلے سے اس دھلائی کے لیے تیار بیٹھے ہیں، تاکہ ''اعتدال پسند'' مسلمان ہی دنیا میں اپنا کردار ادا کرسکیں اور تشدد پسند، کٹر پنتھی، جنونی مسلمانوں کے لیے تل دھرنے کو جگہ نہ رہ جائے۔ اعتدال پسند وہ مسلمان ہے جو صحیح دینی شعور سے نابلد ہو اور جو خدا کے احکام کے بالمقابل اپنی خواہشات کو مشعلِ راہ سمجھتا ہو اور ہوا کا رخ دیکھ کر اپنا قدم بڑھاتا ہو۔ جو مسلمان اسلام کی مکمل پیروی کرے وہ کٹر پنتھی اور متشدد ہوتا ہے۔ اس وقت دنیا میں اس کے لیے جگہ نہیں؛ اس لیے کہ اس طرح کا مسلمان ''طالبانی مسلمان'' ہوتا ہے۔

امریکہ کو اپنی بڑائی کا جنون، طاقت و قوت اور شان و شوکت کا احساسِ بے نہایت کھائے جا رہا ہے، اس نے اس نازک مرحلے میں بھی اگر سوچی تو صرف یہ کہ عالمی تجارتی مرکز اور پنٹاگن کے خاکستر بازو کے ملبوں کے نیچے ضائع

ہو جانے والے امریکی دبدبے کو کسی نہ کسی طرح ضرور بحال کیا جائے؛ تاکہ اس کے حلیفوں کا اس کی طاقت پر ایمان متزلزل نہ ہو اور وہ حسبِ سابق قوموں اور ملکوں کے خلاف اپنے عسکری وغیر عسکری جرائم اور دہشت گردانہ کارروائیوں پر کاربند رہ سکے۔

''طاقت ور اتحاد'' کی تشکیل میں امریکہ کی ناکامی

امریکہ کو افغانستان کے خلاف صلیبی (خود اس کے بیان کے مطابق) جنگ چھیڑنے کے لیے اس درجہ بے تابی تھی کہ اس نے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ جس اتحاد کے لیے امریکہ کے صدر اور برطانیہ کے وزیر اعظم دار الحکومتوں کے درمیان چکر کاٹ رہے ہیں، اس میں زیادہ سے زیادہ دوستوں اور حلیفوں کو شریک کرنیکے لیے کوششوں کو مزید بار آور ہونے دیا جائے۔ بس امریکہ نے تو یہ اعلان کر دیا کہ جو اتحاد میں شریک ہوگا وہ امریکہ کا دوست ہوگا اور جو اس سے انکار کرے گا وہ امریکہ کا دشمن ہوگا اور اس کو دہشت گردی کے کیمپ میں شمار کیا جائے گا اور امریکہ کی ''تادیبی'' جنگ کی مصیبتوں کا نشانہ بننا پڑے گا۔

تقریباً ایک ماہ تک امریکی صدر اور ان کے ساتھ برطانیہ کے وزیر اعظم اس طرح مصروفِ کار رہے گویا وہ دنیا کی گردنوں کے مالک ہوں، ساری دنیا پر ان کی واقعی حکمرانی ہو، شہنشاہ اعظم اور بادشاہوں کے بادشاہ ہوں، روئے زمین کے تمام باشندے اور تمام ممالک ان کی نجی جائیدادہوں، جو انھوں نے گویا باپ دادا سے وراثت میں پائی ہو، یا کم از کم امریکہ کی خصوصی ملکیت ہو، جسے امریکہ نے اس ''لاٹھی'' کے طفیل حاصل کیا ہو جس کو اگر کوئی حاصل کر لے تو ساری ''بھینسیں'' اسی کی ہوتی ہیں، اور امریکہ کے پاس واقعی یہ 'لاٹھی' موجود بھی ہے۔ ایک ماہ تک ایسا لگا (اور اب بھی یہی کچھ لگ رہا ہے) جیسے اسکول کا کوئی ہیڈ ماسٹر اپنے ہاتھ میں کوڑا یا ہنٹر لیے تمام طلبہ سے کہہ رہا ہو: ''اگر تم نے ہماری خصوصی تعلیمات کو حرف بہ حرف نہیں مانا، تو برے سے برے انجام کے لیے تیار رہو۔''!!

لیکن مسلسل اور زبردست مساعی کے باوجود یہ دونوں ''زبردست اور بھرپور عالمی اتحاد'' جس کا وہ خواب دیکھ رہے تھے، کی تشکیل میں ناکام رہے۔ ایک ڈھیلا ڈھالا کم زور سا اتحاد بہ مشکل تمام قائم ہو سکا، جس کی اصل اساس یورپی اتحاد خصوصاً برطانیہ اور ''اسلامی'' کہے جانے والے ملکوں میں پاکستان اور ترکی ہے۔ دنیا کے اکثر ملکوں نے انسدادِ دہشت گردی کے حق میں صرف زبانی ووٹ دیا اور اب تک وہ عملاً امریکہ کی کارروائی میں شرکت سے گریزاں ہیں؛ بلکہ چین جیسے اہم ملک نے تو بار بار افغانستان کے خلاف امریکہ کی جنگی کارروائی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ جہاں تک سعودی عرب کا تعلق ہے تو ۷/اکتوبر سے افغانستان پر فوجی کارروائی سے معاً پہلے، اس نے برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیر کا اپنی سرزمین پر استقبال کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ چوں کہ اسلامی دنیا کے تمام مسلمانوں میں امریکی جارحیت کے خلاف شدید ابال آیا ہوا ہے، اس لیے آپ براہ کرم ہماری زمین پر قدم نہ رکھیں۔

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے امریکہ کا پہلا اقدام

دہشت گردی مخالف کارروائیوں کے پہلے قدم کے طور پر امریکہ نے شنبہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ختم ہونے والی یورپی ملکوں کے سربراہوں کی میٹنگ میں ان تنظیموں اور جماعتوں پر ضرب لگانے کے لیے حمایت حاصل کی، جنھیں امریکہ ''دہشت گرد'' کہتا ہے اسی حوالے سے وہ ان ملکوں کے خلاف بھی کارروائی کرنا چاہتا ہے جن کے متعلق اس کا خیال ہے کہ یہ دہشت گردی کی حمایت کرتے اور مذکورہ تنظیموں کو پناہ دیتے اور اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ امریکہ کی تیار کردہ فہرست میں ساری وہ تنظیمیں داخل کرلی گئی ہیں، جو کسی نہ کسی طرح اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرتی ہیں، حتی کہ ''رشید ٹرسٹ'' (جس کا مرکز پاکستان ہے) کو بھی صرف اس جرم میں ''دہشت گرد'' قرار دے دیا گیا ہے کہ وہ بھوکے افغانیوں کو پکی پکائی روٹیاں تقسیم کیا کرتا تھا۔ امریکہ ہر دو چار روز کے بعد نئی نئی فہرستیں جاری کرتا اور کھوج کھوج کر تمام اسلامی تنظیموں اور جماعتوں پر پابندی عائد کرنے کا اعلان کرتا رہتا ہے، چنانچہ اب ان تنظیموں کی تعداد ۶۲ تک پہنچ گئی ہے۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

امریکہ کے اس رویے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ افراد اور جماعتوں کو ''دہشت گرد'' قرار دیے جانے کا حق صرف اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، صرف اسی کو یہ حق حاصل رہنا چاہیے کہ وہ جس آدمی یا جس ملک کو یہ کہہ دے کہ یہ ''دہشت گرد'' ہے وہ یقیناً ''دہشت گرد'' ہے۔ اسی طرح جو فرد یا جماعت اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے اور اس کی کسی بات کو نہ ماننے کی جرأت کرلے، تو وہ ''دہشت گرد'' ہے خواہ وہ ہر دلیل اور قانون کی روشنی میں بے گناہ ہو۔ نیز یہ کہ اگر امریکہ کی اجازت حاصل نہ ہو تو اسلامی تنظیموں اور جماعتوں کو انسانوں کی خدمت کرنے، اسلامی پروجیکٹوں میں سرمایہ لگانے، بھوکوں کو کھانا کھلانے، پیاسوں کو پانی پلانے، مصیبت زدہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسوں پوچھنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا، خصوصاً اگر یہ بھوکے پیاسے مسلمان ہوں؛ لیکن صہیونی، صلیبی اور سیکولر و بے دین انجمنوں اور تنظیموں کو مکمل حق ہوگا کہ وہ جو چاہے کریں، خیراتی کاموں کے بہانے مسلم ملکوں میں دماغ کی دھلائی کا کام کریں، خالی پیٹوں میں کچھ باسی روٹیاں اور سڑی ہوئی غذائیں ڈال کر دوسری طرف دماغوں اور دلوں کو طرح طرح کے اسلام مخالف نظریات سے بھر دیں، یا اپنے ملکوں کے لیے جاسوسی کا فریضہ انجام دیں، جیسا کہ افغانستان کے سلسلے میں ذرائع ابلاغ میں طشت از بام ہو چکا ہے کہ روسی افواج کے جانے کے بعد سے ہی، بے شمار مغربی خیراتی ادارے افغانستان میں صرف اس لیے سرگرم عمل رہے کہ رفاہی کاموں کے بہانے، وہاں عیسائیت کی تبلیغ کی جاسکے اور صلیبی صہیونی تخریب کاری کے لیے جاسوسی کی جاسکے۔

الحاصل امریکہ نے جن تنظیموں اور انجمنوں کو دہشت گرد قرار دیا، ان کی اس نے فہرست جاری کرتے ہوئے اپنے حکام اور دنیا کے ملکوں سے کہا کہ، ان کے اثاثے منجمد کردیے جائیں اور ان کے مالی سوتوں کو مکمل طور پر خشک کردیا جائے۔ خبریں مظہر ہیں کہ اسلامی رفاہی تنظیموں اور انجمنوں کے سلسلے میں مزید ریڈنگ جاری ہے؛ تا کہ ہر

اس سرچشمے پر بند باندھا جاسکے جس سے انھیں زندگی کا کوئی گھونٹ ملا کرتا ہے اور پاکستان، مشرق وسطی اور ساری دنیا میں مذہبی تعلیم گاہوں کے بھی سانس لینے کے منفذ کو بند کیا جا سکے: کیوں کہ بہ قول امریکہ یہ ادارے زندگی کے تمام طریقوں کے سلسلے میں نفرت کرنے والے دہشت گردوں کو جنم دیا کرتے ہیں۔ خبروں کے مطابق اس سمت میں باقاعدہ کام شروع ہو چکا ہے۔ آئندہ مزید زور وشور اور وسعت وسرعت کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھانے کا ارادہ ہے۔ ابھی چند روز قبل اخبار میں پڑھا کہ امریکہ نے خلیجی ملکوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان افراد اور جماعتوں پر کنٹرول کریں، جو ''اسلامی دہشت گرد'' تیار کرنے والے اداروں کو مدد دیتی ہیں۔ امریکہ کی مراد اسلامی تعلیم گاہوں اور دینی مراکز سے ہے۔ خبریں کہتی ہیں کہ مذکورہ ملکوں نے اس سمت میں پیش رفت شروع کر دی ہے اور امریکہ کی ہدایات پر عمل شروع کیا جا چکا ہے یا کیا جانے والا ہے۔

اسلامی ضمیر کی فروختگی کی قیمت

بہ ہر صورت اس سے پہلے کہ امریکہ سلامتی کونسل کی طرف سے عالمی جواز حاصل کر سکے اور اس کے بہ جائے کہ وہ عالمی تحقیق کے بعد مجرموں پر قطعی طور پر فرد جرم عائد کرے اور ان کی یقینی شناخت کے بعد کوئی قدم اٹھائے اور اس کے بہ جائے کہ اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے کوئی عسکری کارروائی کرے (ہر چند کہ اقوام متحدہ بھی اسی کے گھر کی لونڈی ہے اور یہودیوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے) اس کے بہ جائے امریکہ کے صدر نے اور اس کے دیگر قائدین نے دنیا کے دارالحکومتوں کا طواف کر کے تمام ملکوں کو اپنی ناروا کارروائی کا ساتھ دینے کے لیے زور ڈالا۔ خصوصاً پاکستان کو بہ ذریعہ دھمکی اس بات کے لیے مجبور کیا کہ وہ لوجسٹک سپورٹ دے، نیز پاکستان کی فضا اور اس کی بری و بحری سرحدوں کو استعمال کی اجازت دے، امریکی افواج اور امریکہ کے حلیفوں کی افواج نیز امریکی خفیہ اداروں کے لوگوں کو پاکستان کے اندر اپنے اڈے قائم کرنے دے، پاکستانی سرزمین پر افواج کے لیے خوارک کے ذخائر اور جنگی ساز وسامان جمع کرنے کی سہولت دے، اسامہ بن لادن، ان کی تنظیم، طالبان تحریک، اس کے قائدین، اس کی افواج اور ان کے ٹھکانوں کے سلسلے میں خفیہ معلومات بہم پہنچائے، طالبان تحریک کے ماتحت اور پاکستانی سرزمین پر قائم تمام ٹریننگ کیمپوں کو بند کرے وغیرہ وغیرہ۔

پاکستان نے امریکہ کے سارے مطالبے، اندرون ملک مکمل طور پر عوامی مخالفت کے باوجود، تسلیم کر لیے اور اس نے اسلامی ضمیر اور دینی حمیت وغیرت کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر دیا؛ کیوں کہ امریکہ نے اس کو سخت دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے اس کے مطالبات نہیں مانے، تو اس کے نیوکلیائی پلانٹ کو نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ پورے ملک پر انتقامی حملہ کیا جا سکتا ہے اور اگر اس نے یہ مطالبات منظور کر لیے تو پاکستان کو ''خواطر خواہ'' مادی اور معنوی مدد کے ساتھ ساتھ اس پر عائد کردہ پابندیاں اٹھالی جائیں گی اور ہر طرح کی مراعات دی جائیں گی۔ چناں چہ مطالبات کی منظوری کے

ساتھ ہی اقتصادی پابندیاں ہٹادی گئیں؛ بل کہ ایٹمی تجرباتی دھماکوں کے نتیجے میں عائد کردہ دوسری نوع کی پابندیاں بھی ختم کردی گئیں اور مختلف قسم کی مختلف المقدار مالی مدد دے دی گئیں یا ان کا وعدہ کیا گیا، کہ جیسے جیسے امریکی مفادات کے پورا ہونے کی رفتار آگے بڑھے گی، پاکستان کو مالی تعاون ملتا رہے گا؛ کیوں کہ اس نے آخر اسلامی ضمیر کو بیچا ہے اور ان اصولوں کی قربانی دینے کی سوچی ہے جن پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا تھا، تو بیچارے کو اتنا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے!۔

لوگ مجھ سے اس چیز کے حوالے سے رشک کرتے ہیں جس سے میں شاکی ہوں

قابل ذکر ہے کہ ۸۹,۶٪ عربوں اور مسلمانوں نے امریکہ کے ساتھ اس ظالمانہ اتحاد میں شرکت کو مسترد کردیا ہے۔ الجزیرہ انٹرنیٹ کے ذریعے، جو الجزیرہ چینل کا ذیلی ادارہ ہے، قدس پریس کی خبر کے مطابق رائے عامہ کے جائزے میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ عربوں اور مسلمانوں کی زبردست اکثریت نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کیساتھ باطل اتحاد میں شرکت کی شدید مخالفت کی ہے۔ جبکہ ۱,۸٪ نے کہا کہ اس سلسلے میں اس کی کوئی رائے نہیں ہے اور ۲۰۸۳ کی مجموعی تعداد، جن سے سوالات کیے گئے تھے، کل ۸,۵٪ نے یہ کہا کہ مذکورہ اتحاد میں شرکت کی جاسکتی ہے۔ واضح ہو کہ اس ۸,۵٪ میں سارے سیکولر، کمیونسٹ، آزاد خیال اور وہ تمام مسلمان شامل ہیں جو دینی شعور یا اسلامی اخوت وغیرت کا کوئی معنیٰ نہیں سمجھتے۔

پاکستان کے فوجی صدر جنرل پرویز مشرف تمام کوششوں کے باوجود، حالاں کہ اُنھوں نے افغانستان مخالف اور امریکہ موافق اپنی پالیسی کے لیے پاکستانی رائے عامہ کو اُپنا ہم نوا بنانے کے لیے حکومت کی ساری مشینری لگادی تھی اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے زور شور سے ان اعذار اور مجبوریوں کی تشہیر کی گئی تھی اور کی جارہی ہے، جن کی وجہ سے انھیں امریکی مطالبات کے سامنے سرنیاز خم کردینا پڑا، جن میں ان کے بہ قول پاکستان کے دیرینہ دشمن کی یہ تمنا اور منافست تھی کہ دربار عالی امریکہ اور جہاں پناہ شہنشاہ بوش کے حضور میں پاکستان کو جس اعلیٰ مقام سے سرفرازی ہوئی ہے کاش وہ رتبۂ بلند اسی کو نصیب ہوا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کی طرف سے پاکستان کی اس وقت جو پذیرائی ہوئی ہے اور اس سلسلے میں اپنے "رقیبِ بدخواہ" کی طرف سے اس کو جس رشک؛ بل کہ حسد کا سامنا ہے، اسکے حوالے سے عربی زبان کے شاعرِ دانا متنبّی کا مندرجۂ ذیل شعر اس کے حسبِ حال ہے اور اس کو زبان حال اور قال دونوں سے یہ شعر گنگنانے کا حق حاصل ہے:

مَاذَا لَقِيتُ مِنَ الدُّنيا و أَعْجَبُهُ
أَنِّي بِمَا أَنَا شاكٍ مِنهُ مَحسُودُ

(مجھے دنیا سے بھلا کیا ملا ہے؟ جب کہ میری دنیا کی فتوحات میں سب سے زیادہ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ مجھے جس چیز کا شکوہ ہے، اسی کے حوالے سے لوگوں کو مجھ سے حسد ہے)

خلاصہ یہ کہ مشرف صاحب کی تمام کوششوں کے باوجود، رائے عامہ کے جائزے کے مطابق صرف ۳۷٪ عوام نے اس مسلم پڑوسی ملک کے خلاف، امریکہ کی جارحانہ شیطانی جنگ کے اتحاد میں، اپنے ملک کی شرکت کو گوارا

کیا، جو مذہب، نسب، قبائلی اور قلبی رشتوں میں پاکستان کا ساجھے دار ہے، جب کہ ۶۳٪ لوگوں نے اس میں شرکت کو بالکلیہ مسترد کر دیا۔ یہ جائزہ جنگ سے پہلے لیا گیا تھا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد ۹۰٪ عوام نے اس جنگ کی مخالفت کی اور اس کے خلاف تادمِ تحریر، سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔

امریکا کے ساتھ اتحاد کے حوالے سے علمائے امت کی رائے

امت کے علما نے کسی بھی مسلم ملک کے خلاف امریکہ کی جنگ میں، امریکہ کو کسی طرح کی سہولت دینے کو حرام قرار دیا ہے اور کسی بھی اسلامی زمین پر امریکیوں کی جارحیت والے اتحاد میں شرکت کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔ شیخ الازہر ڈاکٹر سید طنطاوی نے فرمایا: ''کسی گروہ کو شواہد کے بغیر ملزم ٹھہرانا جائز نہیں، ایسا عمل حرام ہے'' مصر کے مفتی اعظم ڈاکٹر فرید واصل نے فرمایا: ''مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعاون علی البر والتقوی کریں اور کسی اسلامی ملک کے خلاف امریکا کے ساتھ گٹھ جوڑ نہ کریں'' رابطہ علمائے فلسطین نے ایک شرعی فتوی میں کہا: ''کسی بھی مسلمان کے لیے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، جماعت ہو یا ملک، شرعاً یہ جائز نہیں کہ وہ امریکہ کی کسی صورت میں (خواہ اس کے شانہ بہ شانہ لڑنے کی صورت میں ہو، یا اس کے مشن کو آسان بنانے کی صورت میں ہو، یا اس کے لیے فضائی حدود، ہوائی اڈوں، فوجی اڈوں اور بندرگاہوں کی سہولت فراہم کرنے کی شکل میں ہو) اس لیے مدد کرے کہ وہ کسی مسلم ملک کے خلاف جارحانہ کارروائی کرے، جیسے افغانستان، پاکستان، یا عراق، یا سیریا، یا ایران، یا لبنان، یا مصر وغیرہ''

اردن کی علما کمیٹی نے کہا:

''مسلمانوں کے ملکوں پر جارحیت کے سلسلے میں ریاست ہائے متحدہ کے ساتھ تعاون، شرعاً حرام ہے اور یہ تعاون اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خیانت ہے اور عظیم ترین گناہ کبیرہ میں سے ہے''

مشہور عالم دین اور مفکر اسلام ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اپنے ایک فتوی میں فرمایا: ''افغانستان کے خلاف امریکیوں کی جارحیت میں کسی اسلامی ملک کی طرف سے، انھیں کسی طرح کی سہولت دیا جانا حرام ہے'' انھوں نے افغان مسلمانوں اور کسی بھی ایسے مسلم ملک کے ساتھ مسلمانوں کے تعاون کو ضروری قرار دیا جس کو جارحیت کا سامنا ہو، جیسا کہ پہلے سوویت جارحیت کے خلاف مسلمانوں نے افغانیوں کا ساتھ دیا تھا۔

پاکستان میں تمام مقتدر علما نے افغانستان کے خلاف امریکا کے اتحاد میں شرکت و تعاون کو حرام قرار دیا۔

ایک مشترکہ بیان میں، جس پر مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے سیکڑوں علما کے دستخط ہیں کہا گیا ہے:

''امریکہ کی طرف سے افغانستان پر وحشیانہ حملے، اجتماعی دہشت گردی کی بدترین مثال ہیں، جن سے ہزاروں بے گناہ شہری شہید، زخمی اور بے گھر ہو رہے ہیں۔ امریکہ کی طرف سے نہ صرف افغانستان؛ بل کہ دوسرے ملکوں کو بھی نشانہ بنانے کے اعلان سے، اس کے اسلام دشمن عزائم بے نقاب ہو گئے ہیں... اس ظلم میں تعاون نہ شرعاً جائز ہے نہ

اخلاقاً اور نہ اسے عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں کے مطابق کہا جا سکتا ہے...''

ہندوستان میں ۵۰۰ سے زائد چوٹی کے علما نے امریکی اور برطانوی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فتوی دیا اور بہ ہر صورت امریکہ سے عدمِ تعاون کرنے کی اپیل کی اور امریکہ کے ساتھ تعاون کو، گناہ اور جارحیت میں تعاون قرار دیا۔ یہ فتویٰ جمعیۃ علمائے ہند کے استفتا کے جواب میں دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور نے اپنے مقتدر علما اور مفتیوں کے دست خط سے شائع کیے، پھر اس پر ملک کے سیکڑوں علمائے کبار نے دست خط ثبت کیے۔ فتوی کا متن حسب ذیل ہے:

''۷/ اکتوبر ۲۰۰۱ء سے امریکہ اور برطانیہ، افغانستان کے مسلمانوں پر میزائلوں اور بموں کے ذریعے جو وحشیانہ اور دہشت گردانہ حملے کر رہا ہے، وہ یقیناً کم زور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بربریت اور ظالمانہ عمل ہے؛ بل کہ امریکہ و برطانیہ کے مسلسل جارحانہ عزائم کا ایک حصہ ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ اسلام کے خلاف ایک منظم صلیبی اور صہیونی جنگ ہے، جس سے لاکھوں بے گناہ مسلمان، کم زور بچے اور عورتیں ہلاک و متاثر ہو رہے ہیں۔

''اس لیے اس وقت تمام مسلمانوں پر شرعی اعتبار سے اور تمام انصاف پسند برادرانِ وطن پر اخلاقی اعتبار سے لازم ہے کہ امریکہ و برطانیہ کا جس طریقے سے بھی ہو سکے، مقاطعہ (بائیکاٹ) کریں۔ ان کی مصنوعات کی خرید و فروخت سے کلی طور پر احتراز کریں؛ کیوں کہ یہ ظلم و عدوان میں تعاون ہے، جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ''

(المائدۃ/۲) چہارشنبہ ۲۹/ رجب ۱۴۲۲ھ/ ۱۷/ اکتوبر ۲۰۰۱ء۔

کویت میں اسلام پسندوں نے، امریکی دہشت گردی کو مکمل طور پر مسترد کر دیا ہے اور انھوں نے صرف ایک شخص کی خاطر، جس پر الزام ثابت نہیں کیا جا سکا ہے، پوری مسلم قوم کے خلاف اعلانِ جنگ اور پھر باقاعدہ جنگ کی مذمت کی ہے۔ اسلام پسندوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ عدالت کا تقاضا تھا کہ نتائج کا انتظار کیا جاتا، مستند شواہد کے بعد فردِ جرم عائد کر کے پھر صاف شفاف طور پر مقدمہ چلایا جاتا، پھر کوئی کارروائی کی جاتی۔ انھوں نے طاقت ور لہجے میں کہا: ''اپنے ملک میں رہ رہے امن پسند مسلمانوں کے قتل کیلئے، کسی بھی بہانے اور اسباب کی وجہ سے تعاون دینا جائز نہیں''

سوڈان میں علمائے اسلام نے، مسلمان ملک افغانستان پر، امریکی برطانوی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے پرزور الفاظ میں کہا کہ ''امریکہ خود اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے اور فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی دہشت گردی کی سیاسی، عسکری، اقتصادی اور ابلاغی سطح پر سرپرستی کرتا رہا ہے۔'' انھوں نے افغانستان کے خلاف امریکہ کے اتحاد کو عالمی ظالمانہ عسکری حملہ قرار دیا۔

تاجکستان میں اسلام پسندوں نے افغانستان کے خلاف امریکی برطانوی جنگ کی مذمت کرتے ہوئے، اس کو بہ ذات خود ایک قسم کی دہشت گردی قرار دیا۔

فلسطین میں حماس تحریک (اسلامی تحریک مزاحمت) نے افغانستان کے خلاف امریکی برطانوی جارحیت کی پرزور مذمت کی اور کہا: ''ہم افغانستان اور اس کے نہتے مسلمان باشندوں کے خلاف اس کھلی ہوئی جارحیت کی مذمت کرتے ہیں اور اس کو مجرمانہ فعل قرار دیتے ہیں۔''

نیز پچاس سے زائد معروف عالمی اسلامی شخصیتوں کے دستخط کے ساتھ شائع شدہ ایک بیان میں (جس پر قطر کے ڈاکٹر یوسف قرضاوی، کویت کے شیخ عبداللہ علی المطوع اور مصر کے شیخ مامون الہضیبی وغیرہ کے دستخط ہیں) کہا گیا ہے کہ: ''دہشت گردی سے لڑنے'' کے نام پر کسی قوم کو، وہ بھی منتخب طور پر اور مشتبہ فرد کے سلسلے میں متعارف عالمی قانون کے رو سے یقینی طور پر الزام ثابت کیے بغیر، سزا دینے کی کوئی بھی کوشش بہ ذات خود ایک قسم کی دہشت گردی ہے، جس کو کسی طرح نہ تو گوارا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر خاموش رہا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ کسی مشتبہ آدمی کو سزا دینے سے قبل، اس پر الزام ثابت کرنا عالمی قانون اور انسانی برتاؤ کے اصول کا حصہ ہے۔''

امریکہ کا پاکستان پر دباؤ ڈالنے کی اصل وجہ

یہاں قاری کو یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ افغانستان پر ضرب لگانے کے لیے، امریکہ نے بہ طور خاص پاکستان ہی پر کیوں دباؤ ڈالا؟ جب کہ اس کے بعض پڑوسی ممالک خصوصاً ہندوستان اس بات کے لیے بے تاب تھا کہ پاکستان کے بہ جائے اسی کو مرکزِ توجہ بنایا جائے۔ ہندوستان کے وزیراعظم اور وزیر خارجہ نے اس سلسلے میں امریکہ کو رجھانے کے لیے ایسی ایسی اوچھی حرکتیں کیں کہ دنیا کے اتنے بڑے اور عالمی نقشے میں بہت سی حیثیتوں سے ممتاز ملک کے وقار کو داؤ پر لگادیا۔ چناں چہ اس حوالے سے اخبارات نے حکومت پر شدید تنقید بھی کی جس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اس سوال کے جواب کے لیے ماہرین و مبصرین نے جو کچھ کہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امریکہ کے فیصلہ سازوں کے پیش نظر اس سلسلے میں بہت سے مقاصد ہیں۔ وہ ایک تیر سے دو شکار نہیں؛ بل کہ کئی شکار کرنا چاہتے ہیں، جنھیں ذیل کے نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱- پاکستان کی افغانستان کے ساتھ طول سرحدیں ہیں، جن کی مجموعی مسافت ۲۵۰۰ کلومیٹر سے زائد ہے، لہٰذا امریکہ کی طرف سے اس علاقے میں کی جانے والی کارروائی کے لیے، ان سرحدوں کی غیر معمولی جنگی اہمیت تھی۔ امریکہ کو بہ خوبی اندازہ تھا کہ اگر وہ پاکستان کو قبضے میں کرلیتا ہے، تو اس کی عسکری کارروائی میں یہ سرحدیں اصل بنیاد فراہم کریں گی اور نہ صرف فضائی؛ بل کہ بری آپریشن کے لیے یہ سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوں گی۔

۲- طالبان چوں کہ پاکستان کے ان مدارسِ اسلامیہ کی دین ہیں جن کا تسلسل پاکستان؛ بل کہ پورے بر صغیر میں اسلام کی اپنے اسپرٹ کے ساتھ بقا کی واحد ضمانت ہیں؛ اس لیے امریکہ نے سوچا کہ طالبان پر خود اس ملک کے ذریعے ضرب لگانی اس کے لیے ہر طرح فائدہ مند رہے گی۔ پاکستان کے ذریعے طالبان پر وار، دنیا کے مسلمانوں

کی نگاہوں میں (امریکہ کے عندیہ کے مطابق) اس کی شناعت کی شدت کو کم کرے گا؛ بغیر الزام کے ثبوت کے اس غیور مسلم ملک اور اس کے باشندوں کی تباہی کی ذمے داری میں تخفیف کرے گا؛ اسلامی رائے عامہ کی ناراضگی کا زور کم ہوگا؛ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں اسلامی ممالک امریکہ کا ساتھ دینے میں کسی تردد کا شکار نہ ہوں گے؛ دنیا والوں کے سامنے "طالبانی دہشت گردی" کی خطرناکی اچھی طرح عیاں ہو جائے گی، جب وہ یہ دیکھیں گے کہ خود پاکستان نے، جو طالبان کا صانع اور پیدا کار ہے، ان سے آنکھیں پھیر لی ہیں اور ان کے خلاف امریکہ کے دوش بہ دوش لڑنے کے لیے تیار ہو گیا ہے، اپنی خشکی وتری وفضا اس کے حوالے کر دیا ہے، اپنے کئی ایک ہوائی اڈوں کو اس کی نذر کر دیا ہے، اور اپنے تمام ممکنہ ذرائع کو اس کی جھولی میں ڈال دیا ہے؛ بل کہ چند کھوٹے سکوں کے عوض اپنے آپ کو فروخت کر دیا ہے۔ اس طرح ایک بڑے اور انتہائی اہمیت کے حامل اسلامی ملک کے ذریعے، ایک اسلامی ملک کے سارے بال و پر کترنا، امریکہ کے لیے آسان ہوگا اور پھر دیگر مقاصد خود بہ خود حاصل ہو جائیں گے۔

۳- طالبان کے سلسلے میں پاکستان کے خفیہ اداروں کے پاس وسیع معلومات واطلاعات کا ذخیرہ ہے، اگر امریکہ پاکستان کو جیت لیتا ہے، تو یہ ساری معلومات ان کے قبضے میں ہوں گی، ان کے بغیر طالبان اور افغانستان کے خلاف کوئی جنگ زیادہ کام یاب نہیں ہو سکتی۔

۴- سابق سوویت یونین کے خلاف افغانستان نے پاکستان کی مدد سے جو جنگ لڑی تھی، اس سلسلے کا بہت بڑا اور پختہ عسکری تجربہ پاکستان کو حاصل ہے، پاکستان پر کنٹرول کا مطلب، ان تجربات سے کما حقہ فائدہ اٹھانا ہے۔

"دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے ڈرامے کا آغاز، امریکہ نے افغانستان ہی کے اسٹیج سے کیوں کیا؟

سوال یہ ہے کہ امریکہ نے اپنے صلیبی صہیونی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے؛ سب سے پہلے افغانستان ہی کو کیوں چنا، اس نے دیگر اہداف کو نظر انداز کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب مندرجۂ ذیل حقائق میں پوشیدہ ہے:

۱- برطانیہ کے اخبار گارجین (۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء) نے لکھا ہے کہ چوں کہ ۱۱ ستمبر کے واقعے کا کوئی اور امکانی ملزم نہیں مل رہا اور اس واقعے کی کوئی اور قابل قبول توجیہ سامنے نہیں آرہی؛ اس لیے لوگ یہ ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ اس حرکت کا ذمے دار اسامہ کے سوا کوئی اور نہیں!!

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے (البلاغ کراچی) کے اپنے اداریے میں اس "تخیل" پر بہت خوب صورت اور درس انگیز تبصرہ کیا ہے:

"لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کسی شخص کے خلاف دلائل کے "بے وزن" ہونے کے باوجود، محض اس بنا پر اسے مجرم قرار دیا جا سکتا ہے کہ کوئی اور مجرم نہیں مل رہا؟ دنیا میں عدل وانصاف کا کون سا نظام ہے، جو اس منطق کو تسلیم کر سکے؟ یہ تو وہی بات ہوئی کہ پھانسی کا پھندہ کسی اور کے گلے میں فٹ نہیں آرہا؛ اس لیے جس کسی کے گلے میں فٹ آئے، اس کو

پھانسی دے دو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب حادثہ ہونے کے پہلے ہی لمحے ذہن میں یہ بات بٹھالی گئی کہ دراصل مجرم فلاں شخص ہے اور تحقیق و تفتیش کا تمام زور اسی پر صرف کر کے دوسرے ہر امکان سے نہ صرف آنکھ چرالی گئی؛ بل کہ دوسرے خطوط پر تفتیش کو آگے بڑھنے سے روک ہی دیا گیا، تو پھر کوئی دوسرا امکانی ملزم یا کوئی دوسری قابل قبول توجیہ سامنے کیسے آسکتی ہے؟''

مولانا مدظلہ نے جو بات کہی ہے کہ اس کی دلیل یہ بھی ہے واقعہ کے تیسرے ہی روز یعنی ۱۳/۹/۲۰۰۱ء کو، کولن پاول نے ایک پریس کانفرنس میں واضح لفظوں میں کہا کہ ''ان ظالمانہ کارروائیوں کا اصل اور بڑا مشتبہ آدمی اسامہ بن لادن ہے۔''

بی بی سی لندن کی ۱۹/۹/۲۰۰۱ء کی سروس کے مطابق پاکستان کے سابق وزیر خارجہ نے بی بی سی کو بتایا کہ امریکہ نے انھیں وسط جولائی ۲۰۰۱ء میں یہ بتادیا تھا کہ وہ بن لادن اور طالبان کے خلاف وسط اکتوبر ۲۰۰۱ء تک فوجی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کے ماتحت ''برلن'' میں افغانستان کے سلسلے میں تشکیل کردہ رابطہ گروہ کے ممالک کی کانفرنس کے دوران، امریکہ نے انھیں اپنے منصوبے سے آگاہ کردیا تھا۔ گویا ۱۱ر ستمبر کا واقعہ امریکہ کے لیے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں انتہائی مددگار ثابت ہوا۔

۲- مبصرین اور تجزیہ کاروں نے امریکہ کے مادی مقاصد کے دائرے میں یہ بات اجاگر کی ہے کہ ۱۹۹۱ء میں امریکہ نے جنگِ خلیج کا جو ڈرامہ اسٹیج کیا تھا، تو اس کے پیش نظر خلیجِ عربی کے علاقے میں اپنے پائے دار وجود کے لیے وجہِ جواز فراہم کرنا، تیل کی دولت کو لوٹنا اور اپنے ہاں اس کی ترسیل کی لائنوں کو محفوظ کرنا تھا۔ اسامہ بن لادن اور طالبان کے خلاف جنگ کے ذریعے وہ وسطی ایشیا کے علاقے میں اپنے اثر ورسوخ کو مستحکم کرنے اور وہاں اپنے ہمیشہ رہنے کیلیے راہ ہموار کررہا ہے؛ کیوں کہ اندازہ ہے کہ اس علاقے میں تیل کا زیر زمین ذخیرہ ہی آئندہ دنیا کی توجہ کا مرکز بننے والا ہے۔ امریکی ذرائع کا [illegible] ہے کہ بحرِ قزوین کے پانی کے نیچے تیل کا ذخیرہ سعودی عرب کی ریت کے نیچے پائے جانے والے تیل کے ذخیرے سے زیادہ نہیں تو برابر ضرور ہے۔

قابلِ ذکر ہے کہ ماضی میں امریکی اور مغربی سربراہوں کو ''انرجی سیکورٹی'' کے مسئلے سے کوئی دل چسپی نہ تھی؛ لیکن ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب اسلام کے وفادار اور حرمین کے پاس دار بادشاہ شاہ فیصل بن عبدالعزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تیل کو جنگی اہمیت کے حامل زبردست ہتھیار کے طور پر استعمال کیا، تو مغربی ملکوں اور امریکہ کو تیل کی بے پناہ اہمیت کا اندازہ ہوا اور اس کے سرچشموں پر کنٹرول اور اس کو اس علاقے میں اپنے مستقل طور پر اثر ورسوخ کے قیام کی فکر لاحق ہوئی۔ نیز اس وقت مغربی ملکوں کو بہ خوبی احساس ہوا کہ صرف خلیجی تیل پر بھروسہ کرنا خطرے سے خالی نہیں؛ لہٰذا امریکہ اور مغربی ممالک نے ''محفوظ توانائی'' پر توجہ دینی شروع کی اور انھیں خلیجی علاقوں کے متبادل کی

تلاش ہوئی۔ اس ضمن میں بحر قزوین کے میدان پر نظریں جمیں، جس کے متعلق امریکی رپورٹوں کا کہنا ہے آئندہ دسیوں برس کے لیے یہ ذخیرہ دنیا کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔ (۱۶)

۳- اٹلانٹک معاہدے (OTAN) کے دائرے کی مشرقی علاقوں میں وسعت کاری اور ایک طرف چین، شمالی کوریا وغیرہ کی گھیرابندی، دوسری طرف وسطی ایشیا میں امریکی جماؤ کے ذریعے روس کے دائرۂ اثر کو سمیٹنا۔

امریکہ کے معنوی مقاصد کے دائرے میں ذیل کے نکات نہایت اہم ہیں:

۴- طاقت کی میزان میں اس طرح ردوبدل کرنا کہ بہ جلد عظیم اسرائیلی مملکت کا قیام اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر ممکن ہو۔ اسلامی ممالک کی حکومتوں کو اسلام پسندوں اور مذہبی جماعتوں کو کچلنے میں مصروف کرنے کے لیے، وہاں بے چینی، اضطراب اور خانہ جنگی کی کیفیت اس طرح پیدا کردی جائے کہ انھیں اپنے مسائل پر قابو پانے کے لیے، پائیدار امریکی حمایت کی از خود ضرورت محسوس ہو اور بالآخر اسلام پسندی کا قلع قمع کر کے سیکولر اور مغربی طرزِ معاشرت والا معاشرہ تشکیل پا جائے۔

۵- اسلام پسندوں اور ''مذہبی جنونیوں'' کے ہاتھ میں پاکستانی نیوکلیائی پروگرام کے چلے جانے کا ہوا کھڑا کیا جائے اور خوب خوب اس کی تشہیر کی جائے، اتنی مرتبہ ذرائع ابلاغ میں دہرایا جائے کہ دنیا والوں کو اس پر فریب پرچار کے ایک سچائی اور حقیقت ہونے کا یقین ہو جائے اور پھر اس کو بہانہ بنا کر پاکستانی نیوکلیائی پروگرام کو چلتے چلاتے ختم ضرور کردیا جائے۔ اس پس منظر میں یہ خبریں خاصی فکر انگیز اور معنی خیز ہیں کہ اسرائیل اور امریکہ کے کمانڈوز پاکستان کے ایٹمی پلانٹ پر بہ وقت ضرورت قبضہ کرنے کی سوچ رہے ہیں؛ بل کہ اصلاً قبضہ کر چکے ہیں اور اس وقت پاکستان کا اس پر عملاً کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

۶- دنیا کے اسلامی اور غیر اسلامی دونوں کیمپوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ۱۹۷۹ء میں جب سابق سوویت یونین افغانستان پر حملہ آور ہوا اور اس نے اپنی لاکھوں فوج افغانستان میں داخل کردی، تو افغان کے شیر بچے سرخ طوفان کے فرزندوں کی سرکوبی کے لیے ایک جان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت چوں کہ سوویت یونین دنیا کی دو بڑی طاقتوں میں سے ایک تھی۔ اور امریکہ کا حریف تھی، دونوں کے درمیان سرد جنگ جاری تھی۔ امریکہ نے افغانیوں کی کھل کر مدد کی اور آخرش سوویت افواج کو شکست کھا کر وہاں سے جانا پڑا؛ بل کہ افغانستانیوں نے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا وجود ہی ختم ہوگیا۔ آج روس اس کا ایک ناتواں وارث بنا ہوا ہے۔ سوویت یونین کے خلاف امریکی مدد کسی اخلاص پر مبنی نہیں تھی، امریکہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اول الذکر کی شکستِ فاش کے بعد اور یہاں چند سال کی خانہ جنگی کے بعد ''طالبان'' نام کے علمائے دین برسر اقتدار آجائیں گے اور طوفان کی طرح سارے افغانستان پر چھا جائیں گے، پھر وہاں اسلامی امارت کے منہاج پر اور کتاب وسنت کی بنیاد پر اصلی اسلامی ریاست کو وجود بخشیں گے۔ امریکہ تو یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد سیکولرزم کے رسیا، جمہوریت کا دم

بھرنے والے، مغربی تہذیب کے دل دادہ، آزاد خیال اور صرف نام کے مسلمانوں کو حکومت وانصرام کا موقع ملے گا۔ یہ لوگ امریکہ اور مغرب والوں کی مرضی سے کام کریں گے، ان کی حکومت ان کی پسند کی ہوگی؛ لیکن وہ اپنی حکومت کو ''اسلامی حکومت'' ہی کہیں گے اور دین کو کھلونا بنائے رہیں گے، اور اس کو ایک طرف اپنی انانیت اور خواہشات کی تسکین کے لیے اور دوسری طرف امریکہ اور مغرب کو خوش کرنے کے لیے ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس طرح افغانستان بھی دیگر اسلامی ملکوں ہی کی طرح کا ایک ''اسلامی ملک'' ہوگا اور اس کی حیثیت بھی انھی کی طرح ''جھاگ'' کی ہوگی، جو امریکہ کی مرضی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا پاتے، وہ چلتا ہے تو یہ چلتے ہیں اور اگر رک جاتا ہے، تو یہ بھی رک جاتے ہیں، اس کے کہے ہوئے ہر ''شعر'' کو خوش اَلحانی سے پڑھتے ہیں اور اس کے بنائے ہوئے ہر ''گانے'' کو جھوم جھوم کے گاتے ہیں۔ امریکہ کو یہ حق ہے کہ وہ عربی کے شاعر کا یہ حسبِ حال شعر پڑھا کرے:

وَمَا النَّاسُ إِلاَّ مِنْ رُوَاةِ قَصَائِدِيْ

إِذَا قُلْتُ شِعْرًا أَصْبَحَ الدَّهْرُ مُنْشِدًا

(سارا عالم میرے قصیدوں کا ناقل وراوی ہے، جب بھی کوئی شعر کہتا ہوں، تو سارا زمانہ نغمہ سرا ہو جاتا ہے)

یا دوسرے شاعر کا یہ شعر پڑھے:

تَرَى النَّاسَ إِنْ سِرْنَا يَسِيْرُوْنَ خَلْفَنَا

وَإِنْ نَحْنُ أَوْمَأْنَا إِلَى النَّاسِ وَقَفُوْا

(تم لوگوں کو دیکھو گے کہ اگر ہم چلیں تبھی وہ چلتے ہیں اور اگر ہم اشارہ کر دیں تو سارے لوگ یکسر رک جاتے ہیں)

طالبان کا ناقابلِ معافی ''گناہ''

طالبان نے امریکہ کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا، وہ اس کے ''تنفیذی عملے'' کا روپ دھارنے اور ذلت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کو تیار نہ ہوئے اور اس کی ہر بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کا یہ فیصلہ بالکلیہ مسترد کر دیا کہ افغانستان میں ''وسیع البنیاد'' حکومت قائم کر کے، طرح طرح کے لوگوں کو اپنے فاسد افکار وخیالات اور غیر اسلامی نظریات کے ساتھ اوپری آواز لگانے کا موقع دیں اور جمہوریے، سیکولریے، مغربیے اِباحیے امریکہ کی مرضی کے مطابق یہاں انڈے بچے دیا کریں۔

ڈاکٹر سامی محمد صالح الدلال نے لندن کے ہم عصر رسالہ ''البیان'' میں، افغانستان کا میدانی دورہ کرنے اور طالبان کے طرزِ حکومت کو مکمل طور پر پڑھنے کے بعد ''طالبان شریعت کے نفاذ اور تعمیرِ افغانستان کے درمیان'' کے عنوان سے انتہائی گراں قدر مضمون لکھا، جو میری معلومات کی حد تک کسی عربی قلم کار کی طرف سے سب سے ممتاز اور طالبان کی سمتِ سفر کی صحیح اور ٹھوس معلومات کے بعد لکھی جانے والی نمایاں تحریر ہے۔ ذیل میں ہم اس مضمون کے اہم

اقتباسات نقل کررہے ہیں، جن سے یہ بھی اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ ساری دنیا خصوصاً امریکہ اور مغرب، طالبان سے اس قدر خوف زدہ کیوں ہیں۔ نیز ان کے پروپیگنڈے کے برعکس انھوں نے تعمیرِ افغانستان اور بنیادی ڈھانچے کی ازسرِنو تشکیل کا (دشمنوں کی ان کے خلاف مسلسل سازشوں کے باوجود) کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے:

ڈاکٹر سامی لکھتے ہیں:

''اسلام اور مسلمان دشمن عالمی طاقتوں نے، افغانستان میں سچی اسلامی حکومت، جس کی جامع اساس دینِ قویم پر ہو، کے قیام کو روکنے کے لیے ہر طرح کے جتن کیے؛ لیکن طالبان نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور اپنی اسٹیٹ کی بنیاد کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر رکھی، اور اسلامی ملک کی تشکیل میں انھوں نے حتی المقدور سعی کی۔ اس سلسلے میں ان کی مندرجۂ ذیل کوششوں اور اکتسابات کو بہ طور خاص ذکر کیا جاسکتا ہے:

۱- مغربی جمہوریت کے بدلے انھوں نے شوریٰ کے ادارے کا اِحیا کیا۔
۲- داخلہ اور خارجہ پالیسی کو ولاء و براء کی بنیاد پر استوار کیا یعنی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ وفاداری اور ان کے دشمنوں سے اظہار براءت پر۔
۳- مغربی طرز کی سول عدالتوں کو کالعدم کر کے شرعی عدالتیں قائم کیں۔
۴- شرعی حدود نافذ کیے۔
۵- عورتوں کو حجاب کا پابند بنایا اور مرد و زن کے اختلاط کو ختم کیا۔
۶- تمام سودی بینکوں اور معاملات کو منسوخ کر کے اسلامی بینک قائم کیے۔
۷- سارے تعلیمی، صحتی اور مالی وغیرہ اداروں میں اسلامی شریعت کے مطابق عورتوں کے حقوق بہ حال کیے۔
۸- کام کے مواقع کو یقینی بنانے کے لیے سعی کی، بے کاری کو ختم کیا اور افغانستان کی اسلامی اسٹیٹ نے اس میدان میں بڑی پیش رفت کی۔
۹- امن و سلامتی کو مستحکم کیا اور اسٹیٹ کا رعب و داب بہ حال کیا۔
۱۰- باغیوں اور سرکشوں کی بلاتکان سرکوبی کی۔
۱۱- تمام صوبوں میں ہر قسم کی ضروری؛ بل کہ ترقیاتی سروسیں بہ حال کیں۔
۱۲- تباہی خیز خرابیوں سے پاک معاشرے کی تعمیر کی، جس میں معاصی اور سیئات کی ہر طرح حوصلہ شکنی ہوئی اور اچھائیوں اور نیکی کے کاموں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔''

ڈاکٹر سامی طالبان کی مذکورہ کامیابیوں کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''طالبان کے لیے یہ سارا کچھ اس لیے ممکن ہوا کہ انھوں نے شراب اور شراب خانوں کا خاتمہ کیا، خشخاش اور ہر قسم کی منشیات کی کاشت پر پابندی عائد کی، لہو ولعب اور آرٹس کی تمام شکلیں ممنوع قرار دیں، جن سے گھاٹا اٹھانے والے دین بیزار لوگوں کو دل چسپی ہوا کرتی ہے۔ فن و آرٹ کا تعلق آلات طرب سے ہو یا دیگر مختلف قسم کے آلات سے، ممنوع قرار دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گانے والوں اور گانے والیوں کا، ناچنے والوں اور ناچنے والیوں کا اور ان کے ہم سفر بگاڑ پیدا کرنے والوں و بگاڑ پیدا کرنے والیوں کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا۔ آپ کو انتہائی خوش گوار معلوم ہوگا کہ آپ افغانستان کے شہروں اور دیہاتوں میں گشت لگائیں، تو آپ کو معاصی کی تمام قسموں سے یہ پاک نظر آئیں گے۔ عورتیں باپردہ، مرد شرعی داڑھی کے ساتھ نظر آئیں گے۔ لوگوں کی آنکھوں سے اطمینان وسکون جھلکتا ہوا محسوس ہوگا، چہرے پر انبساط کی لکیریں نمایاں ہوں گی، سارے لوگ اپنے کاروبار میں لگے ہوں گے اور اپنے اپنے کام سے آپ کسی کو خالی نہ پائیں گے۔ جب کہ وہ طالبان کے دور سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔

ان سب باتوں کی وجہ سے مسجدیں آباد ہوگئی ہیں، بازاروں میں رونق لوٹ آئی ہے، اپنی سرگرمیوں کے لیے سعی کرنے والوں سے سڑکیں پُر نظر آتی ہیں، طرح طرح کی گاڑیاں اور ذرائع نقل وحمل سے راہیں آباد ہوگئی ہیں، خصوصاً ٹیکسیوں سے۔ ٹرکوں کے ذریعے افغانستان کے تمام شہروں کے درمیان تجارتی سرگرمیاں زوروں پر ہیں، حالاں کہ پختہ سڑکوں کا روسیوں کی بم باری، میزائلس ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں سے، جو حال ہوگیا تھا اس کے اثرات اب تک باقی ہیں۔

طالبان کی مذکورہ کامیابیوں اور واضح کام رانیوں کو دیکھ کر تمام افغانیوں نے (سوائے ان کے، جن کے دل خدا نے کج کر دیے تھے) سابقہ آپس میں دست وگریبان افغان مجاہدین حکم رانوں اور طالبان کی حکم رانی اور کارکردگی کے درمیان واقعی اور زبردست فرق کو محسوس کرتے ہوے، طالبان پر جان ودل چھڑکنے کے لیے تیار ہوگئے؛ کیوں کہ انھیں طالبان کی شکل میں وہ چیز مل گئی، جسکی انھیں سوویت یونین کی شکست اور کمیونسٹوں کے خاتمے کے بعد، تلاش تھی۔

ڈاکٹر سامی فرماتے ہیں:

''اِنھی اسباب کی وجہ سے، جن کا تذکرہ کیا گیا اور دیگر وجوہات کی بنا پر سارے قبیلوں اور نسلوں کے افغانی، فرماں برداری اور اِطاعت شعاری کے جذبے کے ساتھ، طالبان کے گرد جمع ہوگئے۔ لائقِ توجہ ہے کہ افغانی قوم کی طرف سے طالبان کی اِس درجہ پذیرائی اور ان کی تابع داری کی وجہ سے حفاظتی پہرے، یا سیکورٹی پٹرولنگ کی بہت کم ضرورت رہ گئی ہے؛ کیوں کہ سارے لوگ امیر المومنین (ملا محمد عمر) کے احکامات کی محبت اور رعب کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بجا آوری کرتے ہیں۔ اگر دنیا کے ملکوں کا دستور ہے کہ وہاں کرفیو (Curfew) کا نفاذ ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور فوج اور پولس کے دستوں کے ذریعے سڑکوں اور گلیوں پر کنٹرول کے بغیر نہیں ہو پاتا، تو افغانستان میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ افغانی عوام امیر المومنین کے اس حکم کی از خود بجا آوری کرتے ہیں کہ دس بجے رات سے صبح

کے پانچ بجے تک خود ہی گھروں سے بلاضرورت باہر نہیں نکلتے، لہٰذا کسی مرکزی سڑک پر بھی حفاظتی گشت کی ضرورت نہیں ہوتی، چہ جائے کہ اندرونی گلیوں میں۔ حد یہ ہے کہ منافقین قسم کے لوگوں کو بھی کسی حرکت کی جرأت نہیں ہوتی، اللہ پاک نے ان کے دلوں میں اسلام کا رعب اور شرعی سزا کا خوف ڈال دیا ہے۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعے (بسااوقات) ان باتوں سے (لوگوں) کو روک دیتا ہے، جن سے قرآن کے ذریعے نہیں روکتا۔" (۱۷)

جب دشمنوں خصوصاً امریکہ نے دیکھا کہ طالبان افغانستان کو "سوئے حرم" لیے جارہے ہیں اور صحیح اسلامی حکومت کی سمت میں محوسفر ہیں، دشمنوں اور امریکا کے ہاتھ سے لگام چھوٹ چکا ہے اور ان کے اشاروں کو حرف بہ حرف روبہ عمل لانے والی اطاعت گزار حکومت کے قیام کا امکان افغانستان میں طالبان کے ہوتے ہوے، کسی طرح ممکن نہیں ہے، تو انھوں نے طالبان کو ان گنت طریقوں سے بدنام کرنے کی سوچی اور ان پر جو الزامات عائد کیے، وہ ڈاکٹر سامی کے الفاظ میں مندرجۂ ذیل ہیں:

۱- دشمنوں کے نہ چاہنے کے باوجود طالبان نے افغانستان کو تہذیبِ جدید کی چکاچوندھ کرنے والی "روشنی" سے محروم کردیا ہے اور شریعت اسلامی کی زبردست "تاریکی" میں مبتلا کردیا ہے۔

۲- عورتوں کو تعلیم و تعلّم سے محروم کردیا ہے، انھیں گھر کی چہاردیواری میں بند کردیا ہے، مدارس و جامعات کے دروازے ان پر بند کردیے ہیں۔

۳- عورتوں کو بیرونِ خانہ کام کرنے اور مختلف قسم کے پیشوں میں لگنے سے روک دیا ہے۔

۴- عورتوں کو رونقِ بزم اور شمعِ انجمن ہونے سے منع کردیا ہے۔ اور ان کو پردے کا پابند بنادیا ہے۔

۵- سارے افغانستان میں شراب نوشی اور اس کا کاروبار بند کردیا ہے۔

۶- اسٹیجوں، رقص گاہوں اور کیف و سرور کی جگہوں کو بند کرکے وہاں موسیقی اور گانوں پر پابندی عائد کردی ہے۔

۷- (سب سے بڑا اور اہم الزام یہ تھا کہ) "دہشت گردوں" کو پناہ دے رکھی ہے اور مجاہدین کی ٹریننگ کی جارہی ہے۔

۸- منشیات کی زراعت کروائی جارہی ہے اور دنیا کے مختلف ملکوں میں انھیں برآمد کیا جاتا ہے (حالاں کہ افغانستان کی پوری تاریخ میں صرف طالبان ہی نے پہلی مرتبہ منشیات کی کاشت پر مکمل پابندی عائد کی، گونگے شیطان کی طرح کے باخبر عالمی ذرائع ابلاغ کو اس کا بہ خوبی علم ہے)

۹- (سب سے بڑا گناہ طالبان کا دشمنوں کی نگاہ میں یہ ہے کہ) وہ عالمی قوانین اور بین الاقوامی ضابطوں کی پابندی نہیں کرتے۔

۱۰- (سارے گناہوں کا خلاصہ یہ ہے کہ) اسلامی مفادات اور قضایا کی پاس داری کرتے ہیں، خصوصاً فلسطینی

انتفاضہ کی اور فلسطین کی آزادی کی۔

قارئین کرام کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان الزامات میں کوئی سچائی نہیں، ان میں الفاظ سے کھیلا گیا ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ الزامات محض اِفترا، کذب اور بہتان ہیں؛ بل کہ ان میں سے اکثر الزامات؛ بل کہ سارے الزامات طالبان کے لیے سرمایۂ افتخار ہیں اور ایک اسلامی اسٹیٹ کے لیے عظمت وعزت کا تاج ہیں۔

اور طالبان کو اکبر مرحوم کا یہ زندہ و پائندہ شعر گنگنانے کا حق ہے:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اِس زمانے میں

اندرونی و بیرونی دشمنوں کو معلوم ہے کہ طالبان کی بقا میں ان کی فنا کا سامان موجود ہے

عالمی میڈیا نے جس پر صلیبیوں اور صہیونیوں کا کنٹرول ہے، صحافت، رسالوں، اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، فضائی آلات اور تاثیر کے ذرائع، مفسدہ پردازی کے وسائل اور ذہنوں کو ماؤف کرنے اور حقیقت پر تاریکی کی دبیز تہ چڑھا دینے والے سارے عمل کے ذریعے؛ بار بار اور طاقت کے ساتھ ان الزامات کی جگالی کی، مسلسل چبایا، دہرایا؛ بل کہ ان کی تے کی؛ حتی کہ طالبان کو ۹۵٪ افغانستان پر مکمل، عادلانہ اور قانونی کنٹرول کے باوجود، صرف تین ملکوں نے قانونی طور پر تسلیم کیا، جن میں سے دو نے طالبان کے خلاف امریکہ کی طرف سے آتش و آہن اور بموں اور میزائلوں کی بارش کے ساتھ ہی سجدۂ سہو کرتے ہوئے سفارتی تعلقات ختم کر لیے۔ صرف ایک ملک پاکستان نے بہ ظاہر سفارتی تعلقات بہ حال رکھے کہ اس کی امریکہ کو اپنی جنگ میں غالباً اشد ضرورت تھی؛ اس لیے 'حضور والا'' کے حکم سے ظاہراً یہ تعلقات ختم تو نہیں کیے گئے؛ لیکن اب افغانستان کے قونصل خانوں اور سفارتی حکام پر آہستہ آہستہ ''زبان بندی کا دستور'' اور سفارتی سرگرمیوں سے اجتناب کرنے کا جو اصول نافذ کیا جا رہا ہے، اس کی روشنی میں افغانستان پاکستان کے سفارتی تعلقات بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں اور اب آخری خبر یہ ہے کہ پاکستان میں طالبان کی نمائندگی کے سارے دفاتر بند کر دیے جانے کا حکم پاکستان نے صادر کر کے، پاکستان میں طالبان کے سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کو اس سے آگاہ کر دیا ہے۔

سارے دشمن خصوصاً ان کے سربراہ امریکہ اور امریکہ کے سب سے بڑے مؤید لنگڑے، لولے، بہرے، گونگے، اندھے اقوام متحدہ نے روزِ اول سے یہ طے کر لیا تھا کہ ہر قیمت پر اور ہر ممکن طریقے سے طالبان کو ختم کرنا ہے، چناں چہ ان کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کے ساتھ ساتھ، ان پر ہر طرح کی پابندی عائد کی گئی، افغانستان کی بری اور فضائی جکڑ بندی کی گئی، وہاں کے عوام کو عبرت ناک سزا دی گئی، افغانی عوام کو بھوکوں تڑپایا گیا اور زندگی کے تمام

وسائل سے محرومی کو یقینی بنایا گیا۔ ان کی موت، تباہی اور خاک وخون میں لوٹنے، خانماں برباد ہونے، دردر کی ٹھوکر کھانے، رونے، کراہنے اور صرف آہوں اور گرم گرم آنسوؤں کا گھونٹ پیتے رہنے اور انسانوں کی انسانیت سے ان کے آخری حد تک مایوس ہو جانے کا سامان فراہم کیا گیا اور یہ سب کچھ صرف ایک کام کے لیے کہ طالبان کو بدنام کیا جائے کہ وہ افغانی عوام کے قاتل ہیں اور یہ صرف اس گناہ کی پاداش میں کہ طالبان مثالی اسلامی حکومت کے قیام کی راہ پر ''دائیں'' ''بائیں'' دیکھے بغیر کیوں محو سفر ہیں؟!۔

ہاں امریکہ اور سارے دشمنوں کو (جن میں یورپی اتحاد، روس، سوویت یونین کے بکھرنے کے بعد آزاد ہونے والی جمہوریائیں، فلسطین کی ناجائز یہودی مملکت، یہودیوں صلیبیوں کا گھونسلا یعنی اقوام متحدہ، ساری دنیا کے سیکولر مزاج مسلمان اور اکثر نام نہاد ''اسلامی ممالک'' وغیرہ شامل ہیں) یہ معلوم تھا کہ طالبان کی بقا میں ان کی موت کا سامان موجود ہے؛ کیوں کہ طالبان کی حکومت اسلامی شریعت پر قائم ہے، جو اپنے اسلامی مزاج میں ممتاز ہے، طالبان کام کرتے ہیں صرف دعوے نہیں کرتے۔ طالبان ان لوگوں میں حیرت ناک طریقے سے مقبول ومحبوب ہو رہے ہیں جو ایک ایسی اسلامی ریاست کے قیام کے شدید خواہش مند تھے، جس سے اِس انسانی دنیا میں مسلمانوں کا وقار واعتبار بہ حال ہو، جو اسلام کے خلاف پل پڑی ہے۔ طالبان کی طاقت کا سرچشمہ ان کا اپنے خدا پر مخلصانہ وموحدانہ طاقت ور ایمان ہے، نیز ان کی طاقت کا منبع زندگی کے تمام گوشوں میں دین پر سختی سے عمل اور دعائے سحر گاہی ہے اور وہ اخلاص ہے جو اس وقت کبریتِ احمر سے زیادہ نایاب ہے اور نبی کی مردہ سنتوں کا احیا ہے۔

ان ساری مذکورہ طاقتوں کو معلوم تھا کہ طالبان کی بقا کا مطلب ان سبھوں کے لیے ایک یقینی خطرہ ہے۔ طالبان کی بقا کا مطلب حقیقی مؤثر اسلامی تحریک کا تیزی سے آگے بڑھنا ہے، طاقت ور اسلامی لہر کا چڑھاؤ ہے، جس سے مغرب کا بہ طور خاص دل دہلتا ہے اور جو باطل کے تمام گھروندوں کو بہالے جانے کی طاقت رکھتی ہے اور دشمنوں کے سارے ''لات'' و''عزیٰ'' اور ''منات'' کے اوندھے منہ گر جانے کا سبب بن سکتی ہے ——— لہٰذا طالبان کے، جن کو اس بوتل میں بند کر دینا ضروری ہے جس سے وہ نکل کر ساری دنیا کو خوف زدہ کر رہا ہے!۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کا واقعہ امریکہ کے لیے ایک بھیانک اور دہلا دینے والا زلزلہ تھا۔ اس واقعے کا انتقام لینا ضروری تھا؛ لیکن امریکہ کس سے انتقام لے؟ واقعہ کے واقعی مجرم کا اسے یا تو پتہ نہیں چل سکا یا اس نے بالقصد اسے مخفی رکھا۔ اخفا کا یہ عمل کسی غرض سے تھا یا ''مرض'' سے یا دونوں وجہ سے (اور یہی زیادہ صحیح ہے)۔ امریکہ نے اسلامی اور عربی افراد اور تنظیموں پر نہ صرف شبہے کا اظہار کیا؛ بل کہ بلاتحقیق انھیں واقعی ملزم بھی بنا ڈالا۔ اس سلسلے میں اس نے کچھ عربی اسلامی نام وضع کیے اور ڈھیلی ڈھالی غیر مربوط کڑیوں والی تفتیش کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ ۱۹ افراد پر اسے شبہ ہے۔ پھر اس نے یہ اعلان کیا کہ ''شواہد'' بتاتے ہیں کہ یہ اسامہ بن لادن کی ''القاعدہ'' تنظیم کے لوگ ہیں اور اسامہ چوں کہ طالبان کی سرپرستی

میں افغانستان میں رہتے ہیں؛ اس لیے اسامہ اور طالبان دونوں مجرم ہیں۔ اب امریکہ نے طالبان سے اسامہ کو مانگنا شروع کیا۔ طالبان نے شواہد طلب کیے؛ تاکہ اسامہ کو تیسرے ملک کے حوالے کر کے منصفانہ مقدمہ چلایا جاسکے؛ لیکن امریکہ نے اپنے جعلی شواہد صرف اپنے چند دوستوں اور حلیفوں کو دکھائے اور طالبان سمیت دیگر سارے عالم سے یہ کہہ دیا کہ یہ حساس نوعیت کے ہیں؛ لہٰذا ہر کس و ناکس کو نہیں دکھائے جاسکتے۔

الغرض واقعے کے کئی ہفتے بعد تک امریکہ کے صدر اور دیگر حکم راں، طالبان کو خصوصاً اور اسلامی ملکوں کو عموماً دھمکیاں دیتے اور آنکھیں دکھاتے رہے، چیلنج کرتے رہے اور کڑکتے گرجتے رہے، اور دنیا کے ملکوں خصوصاً ایشیائی ملکوں کو اس طرح بلوتے رہے جیسے گوالا دودھ کو بلویا کرتا ہے۔ اس طرح چنگھاڑتے رہے جیسے جنگل میں زخمی شیر، جس کے سامنے جنگل کے سارے جان ور مارے خوف کے دبک جاتے ہیں۔ چناں چہ دنیا کے ''جنگل'' کے سارے ''جان ور'' امریکی شیر کی چنگھاڑ سے بھی بری طرح خوف زدہ ہوکر دم دبا کر بیٹھ گئے۔

اب انھوں نے اپنے بیڑے (اللہ ان کا بیڑا ہمیشہ کے لیے غرق کرے) طیارے، میزائلس، گولہ بارود، بم، جنگی سازوسامان اور سائنس کی نئی سے نئی فتوحات اور ٹکنالوجی کی جدید ترین بخشائشوں کے ساتھ، افغانستان کو بحر و بر سے گھیرے میں لے لیا اور ۱۹-۲۰ / رجب ۱۴۲۲ھ = ۷-۸ / اکتوبر ۲۰۰۱ء یک شنبہ دوشنبہ کی درمیانی شب کے تقریباً ۹ بجے (افغانستان کے مقامی وقت کے مطابق) سے تابڑ توڑ ہوائی حملے شروع کردیے۔

طویل جنگوں، جان لیوا بھک مری، خاک آلودہ کرنے والی غربت، پس ماندگی اور طرح طرح کے امراض سے تباہ حال افغانستان پر امریکہ نے بموں، میزائلوں اور آگ و تباہی کی موسلا دھار بارش برسانی شروع کردی۔ افغانستان کے چپے چپے کو موت، بدنصیبی، محرومی، خانماں بربادی اور دربدری کے تباہ کن اثرات سے پاٹ دیا۔ جارحیت، بربریت اور ظلم و ستم کی کوئی ایسی شکل نہیں جو اس نے اختیار نہ کی ہو۔ طالبان اور القاعدہ کے ٹھکانوں طالبان کے کم زور اور فرسودہ اسلحہ خانوں کے ساتھ ساتھ مسجدوں، ہوائی اڈوں، اسپتالوں، کلینکوں، دواخانوں، بس اڈوں، مواصلات اور بے گناہ شہریوں، مریضوں، بچوں، بوڑھوں اور نمازیوں کو نشانا بنایا۔ ان باتوں کی اقوام متحدہ، حقوق انسانی کی تنظیموں اور دنیا کے بہت سے ذرائع نے تصدیق کردی ہے۔ بعض بعض نشانوں پر اتنی بار بم برسایا گیا کہ وہاں کی جگہیں ہمیشہ کے لیے ہر اعتبار سے ناکارہ ہوگئیں۔ عام تباہی والے کئی کلومیٹر تک کو خاکستر کردینے والے بم افغانیوں کو بھسم کردینے کے لیے برسائے گئے۔ نحیف آواز میں حقوقِ انسانی کی تنظیموں نے کچھ تنقید کی، تو سنی ان سنی کردی؛ کیوں کہ آقا کو یہ حق ہے کہ وہ جو چاہے کرے غلامانِ جہاں کو احتجاج کا حق نہیں۔

اس وقت ۱۰/۱۱/۲۰۰۱ء (۲۳/شعبان ۱۴۲۲ھ بروز شنبہ) کو ۲۵ دن گزرنے کے بعد، مذکورہ ساری کارروائیاں طالبان کی کلائیاں نہ موڑ سکیں۔ وہ طالبان جن میں ایمان باللہ اور خدا پر بے نہایت اعتماد کی عظیم طاقت

حاصل ہے، حتی کہ امریکہ کے حکم رانوں کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ طالبان اب تک ہمارے لیے ناقابل تسخیر ثابت ہو رہے ہیں۔

مادہ پرست صلیبی صہیونی امریکہ کو بھلا، طالبان کی طاقت کے خزانے کا کیا ادراک ہو سکتا ہے اور امریکہ ہی کی طرح دیگر مادہ پرست، جو ہر چیز کو مادی اسباب کی عینک سے دیکھتے ہیں، طاقت کے ان کے اصلی خزانے کو محسوس نہیں کر سکتے۔ ان کی طاقت کا سرچشمہ وہ غیر معمولی اور توانا ایمان ہے جس کی وجہ سے وہ موت سے نہیں ڈرتے؛ بل کہ خود موت ان سے ڈرنے لگی ہے۔ وہ جانتے ہیں موت کو پس گردی کے ذریعے نہیں؛ بل کہ پیش قدمی کے ذریعے دبوچا جاسکتا ہے، ان کی زبان حال پر ہمیشہ یہ شعر رہتا ہے:

تَأَخَّرْتُ أَسْتَبْقِي الحَيَاةَ فَلَمْ أَجِدْ
لِنَفْسِي حَيَاةً مِثْلَ أَنْ أَتَقَدَّمَا

(زندگی بچانے کے لیے میں نے پس روی سے کام لیا، تو مجھے (جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ) زندگی کا راز میری پیش قدمی میں پوشیدہ ہے)۔

آج ہاتھی اور چیونٹی کی جنگ جاری ہے۔ ہاتھی چیونٹی کو روند سکتا ہے اور اس کو پیس کے مار سکتا ہے؛ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چیونٹی ہاتھی کی سونڈ میں گھس کر اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے خصوصاً جب "چیونٹی" کو خدا کی مدد حاصل ہو اور اس کی توفیق اس کے ہم رکاب ہو۔ "ہاتھی" کے ساتھ سارے عالم کے ہاتھی، کتے، بھیڑیے اور لومڑیاں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ ناتواں اور خرد چیونٹی کے ساتھ غالب رہنے والے زبردست خدائے واحد کے علاوہ کوئی نہیں، وہ خدا جو ہر مظلوم کا ہم نوا اور ہر بے سہارے کا سہارا ہوتا ہے۔ آنے والا دن ہی بتائے گا کہ خدائے قادر و قیوم کی کیا مرضی ہے؟

میری زندگی کا سب سے حیرت ناک مسئلہ

مجھے اپنی زندگی میں جو پانچویں دہے کو پار کیا چاہتی ہے، کبھی اتنی حیرت ناک بات کا سامنا نہ ہوا کہ ایک دو ملکوں کو چھوڑ کر، سارے اسلامی ملکوں نے امریکہ کے رویے کے سلسلے میں چپ سادھ لی، کسی نے زبان سے ایک حرف بھی ادا کرنے کی زحمت نہیں کی۔ کسی ایک نے امریکہ سے یہ تک نہ کہا کہ وہ کم از کم اتنا انتظار کرے کہ اس کو ایسے قطعی شواہد ہاتھ آجائیں کہ جن کے ذریعے وہ اسلامیانِ عالم کو کسی نہ کسی درجے میں مطمئن کر سکے کہ افغانستان کے طالبان اور اسامہ مجرم ہیں، پھر اس کے لیے دنیا کے سب سے زیادہ محروم و بیکس ملک پر جہنم کا منظر پیش کرنے والی جنگ تھوپ سکے۔ خدیہ ہے کہ چہار شنبہ ۲۳/ رجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو، قطر کے دارالحکومت دوحہ میں منعقد ہونے والی اسلامی ملکوں کی وزرائے خارجہ کانفرنس نے، جو افغانستان پر امریکہ کے ہوائی حملوں کے آغاز کے تین دن بعد ہوئی، افغانستان پر بلا دلیل امریکہ کی جارحانہ جنگ کی ہلکی سی مذمت کے لیے بھی، کوئی ایک لفظ استعمال نہیں کیا؛ بل کہ اس کارروائی کی ۵۶

اسلامی ملکوں نے مکمل حمایت کا اظہار کیا اور اپنی کم زوری کو چھپانے اور مسلم امت کے سامنے اپنی جھینپ مٹانے کے لیے اپنی قرارداد کے دفعہ نمبر ۱ میں صرف یہ کہا کہ ''امریکہ اگر دہشت گردی کے خاتمہ کے بہانے کسی اور عربی یا اسلامی ملک کو نشانہ بنائے گا تو یہ ہمیں منظور نہ ہوگا اور یہ کہ کانفرنس کو دہشت گردی کے مقابلے کے نتیجے میں، افغانستان میں بے گناہوں کے کشت وخون پر تشویش ہے۔ کانفرس افغانستان کی ایکتا اور اکھنڈتا، نیز اس کی اسلامی شناخت کی بقا کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔''

قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مذکورہ بالا الفاظ انتہائی بے جان ہیں اور ڈھیر سارے اسلامی ممالک کے چوٹی کے قائدین کے معیار سے انتہائی کم تر ہیں، حالاں کہ اگر یہ ممالک بہ یک زبان کوئی بات کہتے اور موجودہ صورتِ حال کے مطابق جرأت مندانہ عالی قدر متحدہ موقف اختیار کرتے، تو یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ، طاقت و ترقی کی اپنی ساری خرمستیوں کے باوجود، ساری اسلامی دنیا کو بہ یک وقت چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

ہمیں یقین تھا اور ساری اسلامی دنیا اس کی منتظر تھی کہ موجودہ شدید تر اور نازک تر حالات، اسلامی صفوں کے اتحاد واشتراک پر منتج ہوں گے اور قومِ مسلم کے یہ قائدین عاجلانہ اور مادی مفادات سے کسی درجہ اوپر اٹھ کر، اُس امت مسلمہ کے وقار کو مدنظر رکھ کر، کوئی فیصلہ لیں گے، جو پیروی کے لیے نہیں؛ بل کہ پیش وائی کے لیے معرضِ وجود میں لائی گئی تھی اور ظلم وذلت کو سہنے کے لیے نہیں؛ بل کہ خوددار اور جہاں گیر وجہاں دار بنائی گئی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اِن نازک حالات سے پہلے ہم تصور بھی نہیں کرسکتے تھے کہ ساری اسلامی دنیا کے قائدین امریکہ سے اس درجہ خوف زدہ ہیں! یا یہ کہ وہ ہم عوام سے بھی زیادہ کم عقل اور کند ذہن ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے والی صہیونی صلیبی سازش سے قطعاً نابلد ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ امریکہ اور مغربی طاقتوں کا اصل ہدف مشرقِ اسلامی کی تباہی، اسلامی قوموں کی تسخیر اور ان کی دولتوں اور وسائل کی لوٹ کھسوٹ ہے۔ یا یہ کہ یہ سارے قائدین روے زمین کے سارے انسانوں سے زیادہ سمجھ دار ہیں کہ انھیں کائنات کی بہت سی مخفی باتوں کا اتنا ادراک ہے جتنا کسی جن کو بھی نہیں؟۔

اسلامی ملک افغانستان پر امریکہ کے جارحانہ حملے سے (جو درحقیقت ساری امت مسلمہ کے خلاف جارحیت ہے، چاہے امریکہ لاکھوں مرتبہ گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے نہیں؛ بل کہ دہشت گردی سے برسرِ پیکار ہے) یہ حقیقت الم نشرح ہوگئی ہے کہ مسلم قائدین وسیاست دانوں کی دنیا جمہورِ مسلمین کی دنیا سے یکسر مختلف ہے۔ مسلم عوام پوری دنیا میں، امریکہ کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے، ایک ایسے خوددار مسلم ملک کے خلاف دنیا کی اب تک کی سب سے بڑی دہشت گردی کے خلاف، سراپا احتجاج رہے ہیں اور ہیں، جو شیر بچوں کو جنم دیتا رہا ہے، جس کی کوکھ سے صرف شجاعت پیشہ بہادر جنم لیتے رہے ہیں، جنھوں نے تاریخِ عالم کے

سارے حملہ آوروں کے چھکے چھڑا دیے ہیں، جن کے خمیر میں اسلامی غیرت، دینی حمیت، ایمانی حرارت اور غیر محدود جذبۂ آزادی شامل رہا ہے۔

مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ساری دنیا کے مسلمان، دنیا کے نقشے پر غریب ترین ملک پر، دنیا کے سب سے زیادہ طاقت ور ملک کی طرف سے جارحیت کے خلاف، احتجاج اور مظاہرے کی ایسی مثال قائم کررہے ہیں جس کی نظر سے دنیا کی تاریخ خال خال ہی آشنا رہی ہے —— ہاں افغانستان کے خلاف جارحیت کے خلاف، جس کے باشندوں کے دل کی دنیا یقینِ محکم سے ممتاز طور پر آباد رہی ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا تھا:

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو

خدائے پاک ہی زیادہ جانتا ہے کہ افغانستان پر چڑھ آنے والا امریکہ اور اس کے حوالی موالی افغانستان سے ''ملا'' کو دربدر کرکے افغانیوں کی غیرتِ دین کا علاج کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں یا خدائے قادر علی الاطلاق کی توفیق سے ''ملا'' ہی افغانستان اور اس کے اردگرد سے بھیڑیوں اور کتوں کو رگید دینے میں کام یاب رہتے ہیں۔

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ. (الأنفال/۳۰)

(اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے)

دہشت گردی کیا ہے؟

چونکہ امریکہ نے افغانستان پر ''دہشت گردی'' کو ختم کرنے کے عنوان سے جنگ تھوپی ہے؛ اس لیے ساری دنیا پوچھ رہی ہے کہ ''دہشت گردی'' ہے کیا؟ یہ اس لیے کہ اگر اس کی شناخت کا علم ہوجائے تو علی بصیرۃ اس سے لڑا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ اسلام جو رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے آخری پسندیدہ دین ہے، کسی طرح کی ظلم و جارحیت کا ہرگز قائل نہیں؛ لہٰذا وہ دہشت گردی کی بھی کسی طرح تائید نہیں کرتا، جس میں بے گناہوں کے جان و مال کو نشانہ بنایا جاتا ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ ''دہشت گردی'' کی کیا تعریف ہے؟ اس کے کیا حدود ہیں؟ دنیا کے سارے ہوش مند قائدین و مفکرین اور مثقفین ''دہشت گردی'' کے موضوع، اس کے معنی کی تعیین اور اس کی صحیح صحیح تعریف وضع کرنے، نیز اس کا مقابلہ کرنے کے لیے واضح اور قابلِ عمل پالیسی بنانے کے لیے، عالمی کانفرنس منعقد کرنے کی مانگ کرتے رہے ہیں۔

۱۰/اکتوبر ۲۰۰۱ء (۲۳/رجب ۱۴۲۲ھ) کی دوحہ کی اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس نے بھی اپنی قرار داد کی دفعہ ۱۵ میں کہا ہے کہ ''یہ کانفرنس اقوام متحدہ کے ماتحت ''دہشت گردی'' کی تعریف اور اس سے مقابلے کے لیے عالمی پیمانے پر عملی منصوبہ طے کرنے کی ضرورت پر، اس شرط کے ساتھ زور دیتی ہے کہ، عالمی قانون کے دائرے میں،

اقوامِ متحدہ کے ارکان ملکوں کی خودمختاری اور اقتدارِ اعلیٰ کا خیال رکھا جائے۔''

یہ اس لیے ضروری ہے کہ ''دہشت گردی'' کی اصطلاح کشادہ اور وسیع المفہوم ہے، اس کی بہت سی تاویلیں اور متعدد تعبیریں کی جاسکتی ہیں۔ ثقافتوں و نسلوں، مصالح و اغراض، قوموں اور مذاہب اور عقلوں اور فکروں کے اختلاف سے ''دہشت گردی'' کے بہت سے معنی متعین کیے جاسکتے ہیں؛ کیوں کہ اب تک اس کی کوئی جامع اور متفق علیہ تعریف نہیں کی جاسکی ہے، جو دنیا کی ساری قوموں اور ملتوں کے لیے قابلِ قبول ہو؛ اسی لیے بہت سے ممالک، برادریاں اور افراد، اس اصطلاح سے کھیلتے رہے ہیں۔

نہتے فلسطینی مسلمانوں کے تعلق سے صیہونی اسٹیٹ جو دہشت گردی کرتی رہی ہے اور کیے جارہی ہے، امریکہ اور مغربی دنیا خصوصاً دنیا کے صیہونی اس کو ''دہشت گردی'' بل کہ اپنے حق کا دفاع کررہے ہے اور ظلم و جبر کی نت نئی قسموں کا سامنا کررہے فسلطینیوں کو ''دہشت گرد'' قرار دے کر، مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بتاتے رہے ہیں۔

چیچنیا میں پوری بے حیائی کے ساتھ روسیوں کا یہ کہنا رہا ہے کہ وہ معصوم و مظلوم ہیں، چیچنیا کے ''دہشت گردوں'' نے ان کی نیند حرام کررکھی ہے۔ گویا واقعتاً جو مظلوم ہیں اور جنھیں طوقِ غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی سزا میں آتش و آہن کے ذریعے کچلا جارہا ہے، یعنی چیچنیائی مسلمان، انھیں ''دہشت گرد'' کہا جارہا ہے اور روس جنگِ افغانستان میں جو بڑھ بڑھ کے امریکہ کا ساتھ دے رہا ہے، تو اس کے پیشِ نظر یہی ہے کہ امریکہ والے طالبان سے نمٹنے کے بعد، چیچنیائی ''دہشت گردوں'' کو سبق سکھانے کے لیے، اس کا ساتھ دیں۔

اسی طرح دنیا میں متعدد جگہ ''دہشت گردی'' کی اصطلاح سے کھلواڑ کیا جارہا ہے اور اکثر جگہ افراد اور جماعتوں سے زیادہ اسٹیٹ نے حقیقی معنی میں ''دہشت گردی'' مچا رکھی ہے۔ کئی ملکوں میں بعض مذاہب کے ماننے والوں (خصوصاً اگر وہ اقلیت میں ہیں) کی تمام حرکات و سکنات کو ''دہشت گردی'' قرار دیا جارہا ہے، حتی کہ ان کا وجود ہی ''دہشت گردی'' کا مترادف بنادیا گیا ہے؛ لیکن ملک کی اکثریت چاہے جس قسم کا بھی تشدد کرے اور تمام حدوں کو پار کرجائے انھیں کوئی ''دہشت گرد'' نہیں کہتا۔ چناں چہ ہمارے ملک میں انتہا پسند اور تشدد پیشہ ہندو، خود اس حکومت کے رویے کے مطابق جس کی قیادت بدنامِ زمانہ سنگھ پریوار کررہا ہے، پیدائشی طور پر بے گناہ ہیں۔ وہ تشدد اور دہشت گردی کے سارے ریکارڈ توڑ دیں، تاریخی مسجد ڈھادیں، بہت سی مسجدوں اور گرجا گھروں کو منہدم کردیں یا نقصان پہنچادیں، پیہم فرقہ وارانہ فساد برپا کریں اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلیں اور ان کی املاک کو تباہ کریں، تقریر و تحریر میں شعلہ اگلیں اور آگ برسائیں، مسلمانوں کے خلاف ملک میں ہمہ وقت نفرت کا بیج بوئیں، اسلحے کے استعمال کی ٹریننگ کا کیمپ چلائیں، ترشول بانٹیں، بار بار اعلان کریں کہ لاکھوں ہندوؤں کو اندرون ملک دشمنوں سے لڑنے کے لیے، فلاں پریشد اور فلاں دل، فوج تیار کررہا ہے؛ لیکن ان کا کوئی فرد نہ ''تشدد پسند'' کہلاتا ہے اور نہ ''دہشت گردی'' کے لقب سے یاد کیا

جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر مسلمان قانون کے دائرے میں رہ کر بھی، دین پر عمل کریں اور اپنا حق مانگیں یا حق استعمال کریں، تو انھیں گرفتار کرلیا جاتا ہے اور ''دہشت گردی'' کے جرم میں کبھی ''ٹاڈا'' اور کبھی ''پوٹو'' کے آرڈی ننس کی تلوار کے ذریعے تہ تیغ کیا جاتا ہے؛ حتیٰ کہ ان کے دینی تعلیمی اداروں کو بلا کسی ثبوت کے دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جاتا ہے اور ہمیشہ کیلئے ان پر شکنجہ کسنے کی خاطر سنجیدہ اور ٹھوس کوششیں، خود حکومت کی طرف سے عمل میں لائی جاتی ہیں۔ (۱۸)

بہ ہر صورت ''دہشت گردی'' کے معنی و مفہوم کی معقول اور سبھوں کے لیے قابلِ قبول تعیین اور حد بندی کے حوالے سے خاصی پیچیدگی اور دشواری پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے عالمی برادری کو، اس کی تعریف اور دائرہ بندی میں یہ حیرانی ہے کہ وہ کس سورس اور بنیاد کا سہارا لے؟ سیاست داں قائدین و حکام کا، یا مذہبی لوگوں، یا محققین اور پڑھے لکھے لوگوں کا؟ وہ تعریفی عمل میں کس نقطہ سے سفر کا آغاز کرے، کسی ایک قوم یا چند اقوام کی مذہبی کتابوں سے، اقوام متحدہ کے چارٹروں سے، عالمی قانون سے، یا سب سے زیادہ طاقت ور کی منطق سے، جس کو یہ حق ہو کہ وہ اپنے طرز عمل سے ہی ''دہشت گردی'' کا معنی متعین کرے؟!۔

امریکہ کی سوچ کے مطابق دہشت گردی کا معنی

دنیا والے ''دہشت گردی'' کے متعلق جو بھی سوچیں اور کہیں، امریکہ نے بہ ذات خود سب سے طاقت ور کی منطق کے رویے کے ذریعے، دہشت گردی کا معنی متعین کرلیا ہے۔ امریکہ کے نزدیک دہشت گردی ہر اس قول و فعل سے عبارت ہے، جس سے امریکی مفادات کو ضرب لگتی ہے۔ امریکہ کو دہشت گردی کے اس معنی و مفہوم پر عرصے سے اِصرار ہے اور وہ اسی تفسیر کی روشنی میں اس سے نمٹتا رہا ہے اور اس وقت اور آئندہ وہ اسی تعبیر و تشریح پر کاربند رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اِس تشریح کی روشنی میں اس کو عالمی قانون اور اقوام وملل کے ضابطوں کی طرف دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس کے مفادات کا پیانہ کسی بھی کارروائی کو دہشت گردانہ بتانے یا نہ بتانے کے لیے کافی ہے۔ چناں چہ حق، تمام تر باطل ہے؛ اگر اس کے مفادات سے ٹکراتا ہو اور باطل، ہر طرح حق ہے؛ اگر اس کے مفادات کا حامی ہو۔

اِس سلسلے میں بے شمار مثالیں موجود ہیں؛ لیکن طوالت کے خوف سے صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱۹۹۸ء کے موسم گرما میں پاکستان نے نیوکلیائی تجرباتی دھماکہ کیا، تو امریکہ نے اس پر بھاری پابندیاں عائد کردیں اور بھری بزم میں اس کو ہمیشہ لتاڑتا اور طرح طرح کے برے لقب سے یاد کرتا رہا؛ لیکن ۱۱ر ستمبر کے واقعات کو بہانہ بنا کر جب امریکہ نے افغانستان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے پاکستان کے فوجی حکم راں جنرل پرویز مشرف سے اپنے تمام مطالبات بہ زور بازو منظور کروالیے، تو اس نے فوراً ہی اگلی پچھلی تمام پابندیاں ہٹالیں۔ سب سے زیادہ طاقت ور کے رویے کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح اور اس پر عمل کی بات، اس حقیقت سے اور عیاں ہوجاتی ہے کہ مشرف نے اپنے عوام کو ٹیلی ویژن پر صاف لفظوں میں کہا کہ اگر وہ امریکی مطالبات منظور نہ کرتے تو پاکستان دہشت گرد ملک

قرار دے دیا جاتا اور امریکہ افغانستان کے ساتھ ساتھ یا اس سے پہلے پاکستان ہی کو نشانہ بناتا۔

فلسطینی کاز کے حوالے سے امریکہ کا دیرینہ اور حالیہ رویہ، طاقت ور ترین کے طرز عمل کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح وتعمیل کی سب سے زیادہ نمایاں مثال ہے۔ عالمی قانون کی رو سے فلسطینیوں کی زمین ''مقبوضہ'' ہے، جس فرد یا گروہ کی زمین ظلماً قبضہ کر لی جائے، عالمی قانون وضابطے اور تاریخ کی منطق کی رو سے، اس کے لیے اس کا دفاع اور مزاحمت جائز ہے؛ لیکن فلسطینی اگر قبضے کی مزاحمت کرتے ہیں اور ظلم ودہشت گردی کا مقابلہ کرتے ہیں، تو امریکہ انھیں دہشت گرد کہتا ہے۔ اس کے برخلاف صہیونی ہر سطح پر بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور امریکہ کی مسلسل اور بے پناہ مالی، جنگی، عسکری مدد اور ظالمانہ اور غیر منصفانہ ویٹو کے ذریعے اپنے قبضہ کو پائندگی دیتے ہیں، تو ان کی یہ حرکت دہشت گردی شمار نہیں ہوتی!

ایک دل چسپ اور حیرت ناک ڈرامے کے بعد امریکہ نے ۱۹۹۱ء میں خلیجِ عربی کے علاقے میں اپنی زبردست عسکری طاقت اور جنگی ساز وسامان اتار دیا تھا کہ وہ کویت کو عراق سے آزاد کرانے جا رہا ہے۔ کویت آزاد ہو گیا، عراق نے ہر سطح پر ہار مان لی؛ لیکن عالمی اتحاد اور بین الاقوامی مرضی کی مخالفت کرتے ہوئے، امریکہ تن تنہا ابھی تک عراق پر ضرب لگاتا رہا، عراقیوں کو بھوکوں مارتا رہا اور عراقی عوام طرح طرح کے امراض کا شکار ہو کر، ہزاروں کی تعداد میں لقمۂ اجل بنتے رہے اور لاکھوں عراقی بچے بلا علاج اور غذا، غنچوں کی طرح بن کھلے مرجھا گئے۔

امریکہ نے دنیا کے متعدد ملکوں کو غیر جمہوری ہونے کا الزام دیا، وہاں کے پارلیمنٹری انتخابات کو مشکوک اور غیر منصفانہ بتایا؛ جب کہ بہت سے استبدادی اور ڈکٹیٹر ملکوں کو سینے سے لگایا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ اس نے نمائندگان عوام پر مشتمل، روسی پارلیمنٹ پر ٹینکوں سے یورش کو شاباش کہا؛ کیوں کہ عوام کے مذکورہ نمائندے اسکی مرضی کے نہ تھے۔

امریکہ نے کیوٹو معاہدہ برائے ماحول پر دستخط سے، صرف اس لیے گریز کیا کہ وہ کسی عالمی معاہدے کی پابندی کرنا نہیں چاہتا تھا، حالاں کہ ۲۵٪ عالمی آلودگی کا تنہا امریکہ ذمے دار ہے۔ اس نے ترقی پذیر ملکوں کے خلاف زبردست مہم چلائی، حالاں کہ سارے ترقی پذیر ممالک صرف ۲۰٪ آلودگی کے مجرم ٹھہرتے ہیں، جب کہ مال دار اور ترقی یافتہ ممالک مجموعی طور پر ۸۰٪ آلودگی کے ملزم ہیں۔

ابھی گذشتہ صفحات میں بتایا گیا کہ جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں منعقدہ انسدادِ نسل پرستی کانفرنس سے امریکہ نے عالمی رائے عامہ کی مخالفت کرتے ہوئے واک آؤٹ کرنے کی دھمکی دی تھی، صرف اس لیے کہ عالمی برادری نے اسرائیل کے ''نسل پرست'' ہونے کی عبارت، قرارداد میں شامل کرانی چاہی تھی ''دہشت گرد'' ہونے کی بات نہیں کہی گئی تھی؛ لیکن امریکہ کو اپنی طاقت کے نشے میں یہ بات کیسے گوارا ہو سکتی تھی کہ دنیا کے لوگ اس کے لے پالک اسرائیل کے سلسلے میں کوئی ''ناموزوں'' لفظ استعمال کریں۔

سب سے زیادہ طاقت ور کے طرز عمل کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح کی واضح اور تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ساری دنیا نے افغانستان اور طالبان یا اسامہ بن لادن کے ۱۱ر ستمبر کے واقعات میں دور یا نزدیک سے ملوث ہونے کی واضح اور ٹھوس شہادت طلب کی؛ لیکن اس نے دنیا والوں کو "ٹھوس" تو کیا کسی طرح کے شواہد نہیں دکھلائے صرف اپنے چند حلیفوں کے سامنے گڑھی ہوئی لنگڑی لولی کچھ دلیلیں پیش کر کے، افغانستان پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے اور دنیا والے دیکھتے رہ گئے۔

دہشت گردی کی تعبیر و تشریح اور اس کے مقابلے کیلئے مشترکہ لائحۂ عمل وضع کرنے سے امریکہ کا گریز

دنیا والوں کو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ امریکہ نے ساری دنیا کا یہ مطالبہ کیوں مسترد کر دیا کہ دہشت گردی کی تعبیر و تشریح اور اس کے مقابلے کے لیے مشترکہ لائحۂ عمل وضع کرنے کی غرض سے، کوئی عالمی کانفرنس منعقد ہو؟ امریکہ کا اسامہ کے مجرم ہونے کے سلسلے میں عرصے سے اِصرار رہا ہے اور اس واقعے میں تو اس نے اسکے ہاتھ ہونے کا یقین ہی کر رکھا ہے؛ لیکن ہم لوگ چیلنج کرتے ہیں کہ امریکہ کے پاس اس سلسلے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے۔ بہ فرضِ محال اگر ہے تو کیا فردِ واحد کے لیے؛ بل کہ ایک گروہ کیلئے پورے ایک ملک کو اتنی بڑی تباہی سے دوچار کرنا کس دنیا کا قانون ہے؟

افغانستان کی تباہی سے اگر امریکہ کا مقصد اس کے بہ قول پاکیزہ اور عادلانہ ہے اور اس کے کہنے کے مطابق اس مقصد کے حصول میں دسیوں سال کا عرصہ لگ سکتا ہے، جس کے لیے ہر قسم کے اسلحے کے ذریعے، ہر میدان میں، ہر سطح پر سرگرم عمل ہونا پڑے گا، تو اس نے اس سلسلے میں واضح اور مشترکہ پالیسی وضع کرنے کے لیے عالمی مؤتمر کے انعقاد سے دامن کیوں کھینچ لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کا مقصد دہشت گردی کا مقابلہ نہیں کہ امریکہ خود سب سے بڑا دہشت گرد اور ساری دنیا کی دہشت گردی کی کمان کرنے والا ملک ہے؛ بل کہ اس کا مقصد قوموں خصوصاً اسلامی اقوام سے لڑنا اور موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک تاریخ کو ختم کر کے امریکہ کی قیادت میں دوسری تاریخ رقم کرنا ہے۔

مسئلہ اسامہ بن لادن اور طالبان کا نہیں

مسئلہ اسامہ بن لادن اور طالبان کا نہیں؛ بل کہ اسلام اور عربیت کو نشانہ بنانے کا ہے۔ ہمارے قائدین اور سیاست دانوں نے تنازل، پس گردی اور مرعوبیت کی جو پالیسی اپنانی شروع کر دی ہے، یہ کہاں تک جائے گی، کچھ نہیں کہا جا سکتا؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہود و نصاریٰ اگر خود اسلام کو الزام دینے لگیں، تو کیا یہ لوگ اسلام سے بھی تنازل اختیار کرنے اور اس سے اپنی براءت کا اظہار کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟ "وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ" (البقرۃ/۱۲۰) ہمارے "اعتدال پسند" قائدین خواہ کسی چیز کو بھی گوارہ کر لیں، توقع یہی ہے کہ وہ اس پستی تک اترنے کے لیے آمادہ نہ ہوں گے۔

لیکن ہمارے اس تعجب کو کوئی چیز زائل نہیں کر سکتی کہ کس طرح امریکہ تو اپنے عوام کی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لیے رضامند ہو گیا کہ اس نے افغانستان کو تباہ و برباد کر دینے کی ٹھان لی اور نامعلوم مجرم کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر لیا ؛لیکن ہمارے قائدین جن کے دست و بازو مضبوط، قد و قامت دراز، باتیں لمبی اور اپنے مسلم عوام کو ستانے اور ناکردہ گناہ کی سزا دینے میں جن کے ہاتھ کہیں لمبے ہیں، اپنے عوام کی بات کسی طرح بھی ماننے کو تیار نہ ہو سکے کہ اثم وعدوان کے سلسلے میں امریکہ کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔.........اب یہ زمانہ ہی بتائے گا کہ امریکہ کے خلاف پوری دنیا کے تمام مسلمانوں کا متحدہ موقف درست تھا، جو حق و انصاف، تاریخ کی منطق اور اسلامی غیرت و حمیت کے عین مطابق تھا، یا قائدین و حکام کا امریکہ کے ساتھ مکمل وفاداری کا یہ موقف زیادہ صحیح تھا کہ مبہم، ناواضح اور ساری دنیا کے لیے ناآشنائے مطلب ''دہشت گردی'' کے مقابلے کے عنوان سے اسلامی مفادات کو ضرب ضرور لگایا جائے —— تاکہ آئندہ کوئی صحیح اسلامی حکم رانی کی بات سوچنے کی ہمت نہ کر سکے!!　　(بشکریہ ماہنامہ ''دارالعلوم'' دارالعلوم دیوبند' انڈیا)

حواشی

۱۔ رسالۃ الاخوان' شمارہ ۲۲۹۔ (۲) المجتمع' شمارہ ۱۴۶۹۔ (۳) ضمیمہ ''عکاظ'' شمارہ ۱۲۸۲۰۔

۴۔ المجتمع' شمارہ ۱۴۷۱ (۵) الریاض' شمارہ ۱۲۱۳۸ (۶) العالم الاسلامی' شمارہ ۱۷۱۶

۷۔ رسالۃ الاخوان' شمارہ ۲۵۲ ۸۔ رسالۃ الاخوان' شمارہ ۲۵۰' ۲۵۲

۹۔ راشٹریہ سہارا' شمارہ ۸۴۳' ص ۳۔ ''یہ اسلامی نہیں سیاست دہشت گردی ہے'' بہ قلم مولانا اسرار الحق قاسمی

۱۰۔ عکاظ' شمارہ ۱۲۸۱۸ ۱۱۔۱۲ رسالۃ الاخوان' شمارہ ۲۵۳

۱۳۔ اداریہ اخبار گارجین' ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء' ماخوذ از اداریہ البلاغ' کراچی' بہ قلم شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی)

۱۴۔ البلاغ' محولہ بالا مضمون

(۱۵) صہیونی مملکت کے سلسلے میں امریکہ اپنی جانب دارانہ پالیسی میں کس درجہ بے لچک واقع ہوا ہے، اس کا ہلکا سا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۱ر ستمبر کے واقعات کے بعد، جب کہ ساری دنیا بلا استثنا امریکہ کو مشرق وسطی کا قضیہ حل کرنے اور اسرائیل کو اس کے حدود میں رکھنے کی کارروائی کرنے پر زور دے رہی ہے اور امریکہ کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس وقت دنیا والوں کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ عربوں اور مسلمانوں کی حمایت درکار ہے؛ امریکہ اسرائیل کے حوالے سے، اب تک ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں ہے۔

سعودی عرب کے شاہزادے ولید بن طلال نے (جو دنیا کے ۶ بڑے مال داروں میں شمار کیے جاتے ہیں) جمعرات ۱۱ر اکتوبر ۲۰۰۱ء (۲۳ رجب ۱۴۲۲ھ) کو نیویارک کے اپنے دورے کے دوران، نیویارک کے میئر ''روڈلف جولیانی'' کو واقعے کے متاثرین کے لیے بہ طور چندہ دس ملین ڈالر کا چیک، ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی عمارت کی جائے وقوع کے پاس، ان سے ملاقات کے وقت پیش کیا، تو اُس نے اُس وقت بہ شکر و سپاس چیک قبول کر لیا؛ لیکن اس کے بعد شاہزادہ موصوف نے ایک پریس کانفرنس میں جب صرف یہ کہا کہ ''امریکی حکومت کو فلسطین کے تئیں اپنی خارجہ پالیسی میں توازن کو بروئے کار لانا چاہیے اور ۱۱ر ستمبر کے محرکات کا جائزہ لینا چاہیے۔'' تو صلیبی جذبے کے حامل میئر کو شاہزادے کے یہ الفاظ گوارہ نہ ہو سکے اور اس نے شاہزادے، سعودی عرب اور تمام مسلمانوں کی تحقیر کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چیک

واپس کردیا کہ ''شاہ زادہ طلال کا بیان غیر ذمے دارانہ ہے۔''!! (عکاظ، شمارہ ۱۲۸۳۱)

امریکہ نے اسرائیل کے حق میں اور فلسطین کے خلاف بین الاقوامی مجلسوں میں سیکڑوں مرتبہ جو ویٹو کا استعمال کیا اور لاتعداد مرتبہ اسرائیل کو ہر طرح کی جنگی، عسکری، مالی اور معنوی امداد دی، وہ اپنی جگہ ہے؛ لیکن حال ہی میں جنوبی افریقہ میں منعقدہ نسل پرستی کے خلاف کانفرنس میں، اس نے اور اس کے مغربی حلیفوں نے، جو رویہ اپنایا وہ اس کے لیے انتہائی رسوا کن تھا۔ عربی اور اسلامی دنیا کانفرنس کے اختتامیہ بیان کے متن میں صرف یہ جملہ درج کرانا چاہتی تھی کہ ''اسرائیل بھی فلسطین میں نسل پرستانہ کارروائیوں کا مرتکب ہے۔'' (یاد رہے کہ ''دہشت گردانہ'' کارروائیوں کا مرتکب ہے نہیں کہنا تھا) تو امریکہ اور مغربی برادری کھڑی ہوگئی کہ اگر یہ جملہ درج کیا جاتا ہے، تو ہم کانفرنس سے واک آؤٹ کررہے ہیں۔ افریقی ملکوں نے بھی عربوں کی تائید کی، تو مغرب والوں نے انھیں دھمکی دی کہ اگر تم نے عربوں کے سر سے سر ملایا، تو ہم تمہارے خلاف اقتصادی پابندی عائد کردیں گے اور تمام امداد روک لیں گے۔

ساری دنیا کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اسرائیل کی ساری شرارتوں کا سرچشمہ محض امریکہ ہے اور اس کے مغربی حلیف؛ لیکن امریکہ کو کون لگام دے؟

امریکہ کی اسرائیل کو کھلی ہوئی اور بے تحاشا حمایت کا اندازہ ایک اور واقعے سے ہوسکتا ہے کہ ہر چند کہ ۱۱؍ستمبر کے مجرمین کا امریکہ کو نہ تو پتہ چلا ہے اور نہ قریبی وقت میں پتہ چلنے کی امید ہے؛ لیکن رائے عامہ کا ایک جائزہ، جو امریکہ کے ''نیوز ویک'' رسالے کے ذریعے لیا گیا تھا، انتہائی معنی خیز ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ ۵۸٪ امریکیوں کی رائے ہے کہ ۱۱؍ستمبر کے واقعات کی اصل وجہ امریکہ کی اسرائیل کو بے تحاشا امداد اور کھل کر حمایت ہے۔ یہ جائزہ ۴-۵؍اکتوبر ۲۰۰۱ء کو لیا گیا اور ۱۲۰۰۲ افراد سے اس سلسلے میں سوالات کیے گئے۔

(۱۶) تفصیل کے لیے دیکھیے رسالۃ الاخوان: شمارہ ۲۵۱۔ (۱۷) معاصر ''البیان'' لندن، شمارہ ۱۶۵۔

(۱۸) ہمارے ملک ہندوستان نے ۱۸؍ستمبر ۲۰۰۱ء کو (چہار شنبہ یکم رجب ۱۴۲۲ھ کو) دہشت گردی کے خلاف یوم اتحاد کے طور پر منایا، تو بہ ظاہر اس نے اچھا کام کیا، افراد اور جماعتوں نے عموماً حکومت کے اقدام کو سراہا؛ کیوں کہ ہم ہندوستانی دہشت گردی کا شکار ہونے والوں کے دکھ درد کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اس لیے کہ دورِ سامراج میں ہم نے انگریزوں کی دہشت گردی کا مزا چکھا تھا، اس کی کڑواہٹ اب تک پوری قوم کے ضمیر کی گہرائیوں میں محسوس ہورہی ہے؛ لیکن افسوس ہے کہ ہماری سرکار کی نیت چوں کہ صاف نہیں ہے؛ اس لیے اس نے یومِ اتحاد کے سلسلے میں ملک کے مختلف اخبارات میں جو اشتہارات شائع کیے ان میں دہشت گردی پر مبنی واقعات کو عیاں کرنے کے لیے صرف وہ تصویریں شائع کیں جن میں کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ملزم قرار دیا گیا ہے:

پہلی تصویر مارچ ۱۹۹۳ء میں ممبئی میں ہوئے بم دھماکوں کی ہے۔ دوسری تصویر دسمبر ۱۹۹۹ء میں نیپال اور دہلی کے درمیان کی فلائٹ والے طیارے کے اغوا کے بعد، اس کے قندھار میں اترنے کی ہے۔ تیسری تصویر مارچ ۲۰۰۱ء میں اننت ناگ (کشمیر) میں سکھوں کے اجتماعی قتل سے متعلق ہے اور چوتھی تصویر ۱۱؍ستمبر ۲۰۰۱ء کے نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے دھماکے کی ہے۔

ان تصویروں کے ذریعے ہندوستان کی سرکار نے یہ پیغام دینا چاہا ہے کہ ''دہشت گردی'' صرف اسلامی ہوتی ہے اور دیگر مذاہب کے ماننے والے دہشت گرد نہیں ہوسکتے؛ اسی لیے ہماری گورنمنٹ کو میرٹھ، ملیانہ، مرادآباد، بھاگل پور، احمد آباد، جمشید پور، بھیونڈی، ممبئی، بھوپال اور بابری مسجد کے انہدام، اس کے بعد کے ملک گیر فسادات اور ان گنت مرتبہ مسلمانوں کے خون سے ہولیاں کھیلے جانے کی کوئی تصویر، اس کے کسی فائل میں نہ مل سکی۔ عیسائی مشینری کے لوگوں کو زندہ جلادینے، گرجا گھروں کو خاکستر کردینے، رتھ یاترا کے ذریعے پورے ملک کو بارود کے ڈھیر میں تبدیل کردینے کی کوئی تصویر گورنمنٹ کے پاس اس لیے محفوظ نہیں ہے کہ اس میں یہاں کے اکثریتی فرقے کے دہشت گردوں کی صحیح تصویریں ابھرتی ہیں۔ اگر ''دہشت گردی'' کے مفہوم سے کھلواڑ جاری ہے، تو کیا حکومت کے اس رویے کو بھی سرکاری دہشت گردی نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے کھلی ہوئی تشدد پسندی اور دہشت گردی سے بالقصد چشم پوشی کی اور دنیا والوں کو حقیقت کے برعکس پیغام دینے کی کوشش کی۔